قرآن وحدیث سے مذہب صحیح

مذہب حنفی کی تائید وترجیح

تصنیف

محدث وفقیہ ابوالمظفر جمال الدین یوسف بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

معروف بہ سبط ابن جوزی

(ت ۶۵۴ھ)

تقدیم وتحشیہ

شیخ محمد زاہد الکوثری

تحقیق، تصحیح، تقدیم

شہزادۂ فقیہ ملت مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی

(فاضل جامعہ ازہر مصر)

ترجمہ

عالمہ محترمہ شگفتہ نسرین امجدی

(زوجہ مفتی ازہار ازہری)

کتاب محل

الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح

قرآن وحدیث سے مذہب صحیح

مذہب حنفی کی تائید وترجیح

تصنیف

محدث، فقیہ ابو المظفر جمال الدین یوسف بغدادی رحمہ اللہ

معروف بہ سبط ابن جوزی (ت ۶۵۴ھ)

تقدیم وتحشیہ

شیخ محمد زاہد الکوثری

تحقیق، تصحیح، تقدیم

شہزادۂ فقیہ ملت

مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی

فاضل جامعہ ازہر مصر

ترجمہ

عالمہ مفتیہ محترمہ شگفتہ نسرین امجدیہ

(زوجۂ مفتی ازہار امجدی)

کتاب محل

کتاب	مذہب حنفی کی تائید و ترجیح
تصنیف	جمال الدین یوسف بغدادی (سبط ابن جوزی)
تقدیم و تحشیہ	شیخ محمد زاہد الکوثری
تحقیق، تصحیح، تقدیم	مفتی ازہار احمد امجدی مصباحی
ترجمہ	عالمہ مفتیہ محترمہ شگفتہ نسرین امجدیہ
تاریخ اشاعت	1437ھ/2016ء
ضخامت	112 صفحات
قیمت	220 روپے

کتاب محل

دربار مارکیٹ، لاہور

0321-8836932

فہرست

شرف انتساب

نہایت ہی صد ادب واحترام کے ساتھ فقہ حنفی کے متعلق میں اپنی اس اہم کاوش کو اپنے خسر حضور فقیہ ملت حافظ وقاری الحاج مفتی جلال الدین احمد امجدی نور اللہ مرقدہ اپنی ساس مخدومہ حسیب النسا أطال اللہ عمرھا، اپنے مشفق، والد بزرگوار، عالی جناب ظفر احمد اعظمی اور مشفقہ، والدہ محترمہ أنوری بانو دام ظلہما جن کی تربیت نے مجھے اس لائق بنایا کہ میں بھی دین متین کی خادمہ بننے کی کوشش کرسکوں، ان کی طرف اس اہم کاوش کو منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں، نیز میں ان کے لیے قرآن مقدس کے فرمان عالی شان کے مطابق بے شمار مرتبہ دعا گو ہوں:

﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا﴾

ترجمہ: ((اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا))(کنز الایمان)

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم و علی آلہ و أصحابہ أجمعین و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

أفقر إلی اللہ

شگفتہ نسرین امجدیہ غفرلہا

تاثرات

استاذ العلماء جانشین شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج

غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ مدظلہٗ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول

براؤں شریف، سدھارتھ نگر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اللہ و رسول جل وعلا و صلی المولیٰ علیہ وسلم کا لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اس نے ہمیں مذہب اسلام کی دولت بخشی، ہمیں مذہباً سنی و حنفی بنایا اور شرائع و احکام میں سراج الامۃ حضرت امام اعظم کے تقلید و اتباع کی سعادت بخشی۔ امام اعظم کا مذہب قرآن و حدیث کی گہرائی میں اتر کر احکام شریعت کے لعل و گہر کا اخذ کیا ہوا ایسا قیمتی ذخیرہ ہے جس کی آب و تاب سے اہل نظر کی نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں، ان کا اپنے مذہب کے بارے میں یہ قول: ''**إذا صح الحدیث فھو مذھبی**'' شہرۂ آفاق ہے اور اس قول محکم کی تائید میں اس دور میں برصغیر میں مذہب حنفی کے سب سے بڑے داعی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب مستطاب ''**الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی**'' شاہد عدل ہے۔ اسی نوع کی محدث فقیہ ابو المظفر جمال الدین یوسف بغدادی کی مشہور تصنیف

''الانتصار و الترجیح للمذھب الصحیح'' اپنے باب میں قابل قدر تصنیف ہے۔

فقیہ ملت کے فرزند مولانا ازہار احمد امجدی سلمہ، کی اہلیہ نے زیر نظر کتاب کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے ایک بڑی قابل تحسین کوشش کی ہے۔ امور خانہ داری کی مصروفیات کے ساتھ علمی خدمت کے لئے موقع نکال لینے سے اس گھرانے کے علمی ماحول کا اثر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں عزیزہ محترمہ عالمہ شگفتہ نسرین سلمہا اور ان کے خاوند مولانا مفتی ازہار احمد امجدی سلمہ، دعاؤں کے ساتھ بجا طور پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

ع اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ

پروردگار اس تصنیف کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت اور اہل سنت کو اس سے فیض منفعت عطا فرمائے۔ آمین!

غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول

ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲ر فروری ۲۰۱۶ء

□□□

تقدیم

از ہار ازہری غفرلہ
خادم درس و افتا: مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامدا و مصلیا و مسلما

الحمدللہ اس کتاب کا منظر عام پر آنا بھی جامعہ ازہر شریف ہی کی برکت ہے، اس عالمی اسلامک یونیورسٹی میں حصول علم کے دوران مصر کے مشہور کتب خانہ 'المكتبة الأزهرية' سے طبع شدہ کتاب 'الانتصار و الترجيح' پر نظر پڑی، مطالعہ سے مذہب حنفی کی حقانیت مزید ابھر کر سامنے آگئی، پھر دل میں خیال گزرا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے؛ تو ان شاء اللہ مذہب صحیح، مذہب حنفی کے دلائل و براہین کا قوی تر ہونا بہت سارے علما اور مدارس کے طلبہ پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا، اور دلوں کا ایک گونہ اضطراب جو عموماً طلبہ اور خصوصاً بعض علما کے درمیان پایا جاتا ہے وہ بھی دور ہو جائے گا، دو چند سالوں سے ارادہ یوں ہی بنا رہا مگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

اب جب کہ میں تقریباً دس مہینہ پہلے ازدواجی زندگی سے منسلک ہوا، اور اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت بشکل عالمہ مفتیہ شگفتہ نسرین امجدی غفرلہا، خریج كلية البنات الأمجدية کی شکل میں امجدی منزل میں اتاری؛ تو میرا ارادہ و خواب شرمندۂ تعبیر

ہوتا ہوا نظر آیا، آپ نے میری فکر وشعور کا ساتھ دیتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ گھر کی دیگر ذمہ داریاں، حسن اخلاق، صلہ رحمی، اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ بڑی محنت ولگن اور بحسن وخوبی انجام دیا، ان سے امید قوی بلکہ یقین ہے کہ آئندہ پوری زندگی یوں ہی دینی خدمات انجام دینے میں میرا بھرپور ساتھ دیتی رہیں گی، اللہ تعالی ان کے علم وعمل میں مزید اضافہ فرمائے، اور مزید حسن اخلاق، صلہ رحمی کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے، خصوصا تحریری خدمات پیش کرنے میں بے مثال بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

مَیں نے اس کتاب کی تزیین کاری میں کچھ وقت دیا ہے، وہ تزیین کاری کچھ یوں ہے:

(۱) ترجمہ نگاری کس قدر اہم اور ذمہ داری کا کام ہے یہ ہر ذی علم پر روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہے، جو عالم وطالب علم اس فن کا خوگر ہو اس کے لیے بھی دقت طلب ہے، اور اگر عالم یا طالب علم نے ترجمہ کرنے کی ممارست نہ کی ہو؛ تو ترجمہ نگاری اس کے لیے دشوار تر ہے، اور اگر عالمہ یا طالبہ ہو؛ تو اس دشواری میں مزید اضافہ ہوتا ہوا نظر آئے گا؛ کیوں کہ اس کے متعلق مدارس کی زبوں حالی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، مگر الحمد للہ مفتیہ شگفتہ نسرین زید مجدہا نے ترجمہ نگاری کی ممارست نہ کرنے کے باوجود بھی اپنی اس پہلی کتاب کا ترجمہ بہت اچھا اور عمدہ کیا ہے، چوں کہ عموما مدارس کے طلبہ وطالبات کو لفظی ترجمہ ہی کا خوگر بنایا جاتا ہے؛ اس لیے یہ ترجمانی ان کے ترجمہ میں بھی پائی گئی جس کو میں نے مفہوم کی ترجمانی میں بدل دیا تا کہ قارئین کو پڑھنے و سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے، اور حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ قارئین کو یہ نہ لگے کہ وہ فقط ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا لگے کہ وہ کوئی مستقل کتاب پڑھ رہے ہیں۔

(۲) بحیثیت انسان سوائے انبیا ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کسی سے بھی خطا واقع ہو سکتی ہے، مفتیہ شگفتہ نسرین امجدی زید مجدہا سے بھی بحیثیت انسان ترجمہ میں بعض غلطیاں ہو گئی تھیں جن کی میں نے اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ آئندہ وہ کسی

کتاب کے ترجمہ میں اصلاح شدہ باتوں کا ضرور خیال رکھیں گی۔

(۳) میں نے علمی پیرائے کا لحاظ کرتے ہوئے اس کتاب میں موجودہ احادیث کی تخریج کردی ہے، کتاب، باب، جلد، صفحہ، حدیث نمبر ذکر کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۴) کتاب 'الانتصار' میں حدیث کے الفاظ اگر کتب متون سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور معانی ایک ہی ہیں؛ تو میں نے 'الانتصار' کے الفاظ بدل دیا ہے اور تخریج حدیث میں اس کی وضاحت نہیں کی ہے، ہاں اگر معنی میں فرق ہے یا زیادہ تبدیلی ہے؛ تو میں نے تخریج حدیث میں اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۵) اخیر میں مراجع کی فہرست ان کے مطابع اور دیگر ضروریات کا ذکر کردیا ہے، جو اِن شاءاللہ طلبہ کے لیے مفید ہوگی۔ ان تمام کوششوں کے باوجود بھی اس کوشش میں کچھ کمی یا غلطی ہوسکتی ہے؛ لہٰذا قارئین کرام اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں؛ تو چوں وچرا کے بجائے آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

(۶) علامہ زاہد کوثری علیہ الرحمہ نے اس کتاب پر حاشیہ لکھا تھا، جو حاشیہ بہت ضروری تھا میں نے اس کا ترجمہ بھی کردیا ہے، اور حاشیہ کی عبارت اصل عبارت سے چھوٹی رکھی ہے اور حاشیہ کے اخیر میں 'ز کوثری' لکھ دیا ہے۔

کتاب 'الانتصار والترجیح' کن مباحث پر مشتمل ہے اس کا ذکر مصنف سبط ابن جوزی علیہ الرحمہ نے کتاب کے شروع میں کردیا، نیز مصنف کی حیات کے متعلق حامی سنیت ماحی بدعت حضرت علامہ محدث وفقیہ محمد زاہد کوثری علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کردیا ہے؛ اس لیے ان چیزوں کی یہاں تکرار کی حاجت نہیں، البتہ مصنف علیہ الرحمہ نے ترجیح مذہب حنفی میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں سے کچھ یہاں اختصار کے ساتھ بیان کردینا مناسب سمجھتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

(الف): امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا صحابہ رضی اللہ عنہم یا علی الاقل ان کی زیارت کرنے کی وجہ سے شرف تابعیت حاصل ہے جو کسی اور امام کو حاصل نہیں، اس طرح آپ ائمہ متبوعین کی طرف نسبت کرتے ہوئے سابقین میں سے ہیں، اور سابقین کی فضیلت

لاحقین پر واضح ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو قرآن وحدیث اور عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے؛ اس لیے آپ کے مسائل کو بھی دیگر ائمہ کے مسائل پر عموما تقدم وفضل حاصل ہوگا۔

(ب): امام اعظم رحمہ اللہ کے فضل وفقہ کا امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ جیسے امام نے بھی اعتراف کیا ہے، یہ بھی آپ کے مذہب کی ترجیح کی طرف واضح اشارہ ہے۔

(ت): امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والی وامام کے لیے احوط ہے، اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں:

"اگر کسی آدمی نے کوئی جرم کیا جس کی وجہ سے امام نے اس کی تعزیر کی، اور اس تعزیر کی وجہ سے وہ مر گیا؛ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام پر کوئی ضمان نہیں، اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: امام پر ضمان واجب ہے۔"

غور کریں تو امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والی کے لیے احوط ہونا صرف اسی مسئلہ سے واضح ہو جاتا ہے۔

(ث): امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب امت مسلمہ سے حرج کو زیادہ دور کرنے والا ہے، اور یہ بھی وصف اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے، یہ بات صرف اسی ایک مسئلہ کو ملاحظہ کرنے سے واضح ہو جاتی ہے:

"اکثر لوگ طہارت صغری میں نیت نہیں کرتے جس کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طہارت حاصل نہ ہوگی، مگر امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی طہارت حاصل ہو جائے گی۔"

صرف اسی مسئلہ کا امت مسلمہ سے حرج کو دفع کرنا ذی علم وشعور پر واضح وعیاں ہے۔

(ج): امام اعظم رحمہ اللہ نے قرآن پاک کی صراحت پر عمل کیا، مگر دیگر ائمہ بہت سارے مسائل میں اسے ترک کرتے ہوئے نظر آئے، اس کے متعلق صرف یہی ایک مسئلہ ملاحظہ فرمائیں:

"امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم ایک آیت پڑھنے سے فرض ادا

ہو جائے گا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فاقرء وا ما تیسر من القرآن﴾ (المزمل: ۷۳، آیت: ۲۰)

ترجمہ: ((اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو))

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔''

(ح): امام اعظم رحمہ اللہ نے احادیث صحیحہ پر عمل کیا، اس کے برخلاف دیگر ائمہ کرام نے وہاں ضعیف احادیث کا سہارا لیا، اس کے متعلق فقط ایک مسئلہ ملاحظہ فرمالیں:

مسئلہ: احناف کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجم و أعطى الحجام أجرة))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور حجام کو اجرت دی۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، عن ابن عباس رضی الله عنهما، كتاب الإجارة، باب خراج الحجام، ج۳ص۹۳، رقم: ۲۲۷۹، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب حل أجرة الحجامة، ج۳ص۱۲۰۵، رقم: ۱۲۰۲)

اور اس باب میں امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں۔

(خ) اگر کوئی حدیث صحیحین اور اس کے مقابل والی حدیث صرف صحیح البخاری یا صرف صحیح مسلم میں ہو یا ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک میں ہو اور اس کے معارض حدیث کسی سنن وغیرہ میں ہو؛ تو بہت سارے ائمہ محدثین وفقہا خصوصاً دور حاضر کے شوافع صحیحین والی حدیث یا صرف صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں، محدث سبط ابن جوزی رحمہ اللہ بہت ساری جگہوں پر مذہب حنفی کو ترجیح دینے میں اسی طریقہ کو اپنایا ہے، جو یقیناً متبعین احناف کے حق میں عمدہ و بہترین کوشش ہے۔

(د) کتاب 'الانتصار' اس کے علاوہ بہت ساری خوبیوں کی حامل ہے جن پر یہاں تفصیلی

گفتگو ممکن نہیں، البتہ میں یہاں پر ایک اہم اور آخری بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں:

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ بہت سارے مسائل میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی کہیں حدیث کو لیا اور قرآن کو چھوڑ دیا، کہیں حدیث ضعیف کو لیا اور حدیث صحیح کو چھوڑ دیا، کہیں قیاس کو لیا اور حدیث کی طرف مائل نہ ہوئے، اور یہ ساری صورتیں کسی نہ کسی دلیل کی بنیاد ہی پر ہیں جو کسی کے نزدیک راجح ہے تو کسی کے نزدیک مرجوح؛ لہٰذا ائمہ متبوعین میں سے جو بھی جس کسی کی بھی اتباع کرے قابل ملامت نہیں، اور نہ سب وشتم کا مستحق، ہاں فروعی مسائل میں کوئی ذی علم، ذی شعور، غیر متعصبانہ علمی گفتگو کرنا چاہے؛ تو اس کا دروازہ تا قیامت کھلا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ مصنف علیہ الرحمہ نے احادیث کے درمیان واقع تعارض کو دفع بھی کیا ہے، بہر حال کتاب اختصار کے ساتھ گونہ گوں خصوصیات کی حامل ہے، ان شاء اللہ علما و طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے کافی حد تک مفید ثابت ہوگی۔

ہدیہ تشکر

پیر طریقت حضرت علامہ مولانا غلام عبد القادر علوی دام ظلہ، سجادہ نشیں خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلی دار العلوم فیض الرسول نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس اہم کتاب کے لیے تاثرات تحریر کیا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، ہم ان کی اس نوازش پر تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں مکرمی مولانا رقیب الدین مصباحی اور عالی جناب حاجی حبیب اللہ ادریسی، ایس کبیر نگر، مقیم حالیا سعودیہ عربیہ حفظہما کا شکریہ ادا نہ کروں، جنہوں نے مالی تعاون پیش کر کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دفاع اور فقہ حنفی کی ترجیح و توثیق پر مشتمل کتاب کو منظر عام پر لانے کی اہم ذمہ داری نبھائی، یقیناً ان کی یہ پیش قدمی قابل صد ستائش ہے، رب قدیر انہیں اس پر خلوص عمل کے بدلے ان کو دارین میں سرخ روئی اور تجارت میں برکتیں عطا فرمائے، نیز اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مزید انہیں اور

دیگر اہل ثروت حضرات کو اسی طرح دینی کتابوں کی نشر واشاعت- جو دور حاضر کا اہم ترین تقاضا ہے- میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے ، آمین۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں وہماری اہلیہ اور ہمارے وہماری اہلیہ کے تمام مخلصین ومحبین ومعاونین کو صحت وعافیت کے ساتھ لمبی عمر ، اور دین متین کی اخلاص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے ، اور آپسی ذاتی اختلافات سے محفوظ رکھے ، نیز اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے درمیان درجہ قبولیت عطا فرما کر اتباع حق کی توفیق دے ، نیز میرے ومیری اہلیہ اور میرے ومیری اہلیہ کے والدین کریمین ، اساتذہ ، بھائی ان کی زوجہ ، بہن ان کے شوہر ، اور دیگر اعزہ واقربا کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے ، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

أفقر إلى الله

ازہار احمد امجدی مصباحی

فاضل جامعہ ازہر ، قاہرہ ، مصر

۹ / جمادی الاولی ۳۷ھ

۱۹ / فروری ۲۰۱۶ء

□□□

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائمہ کرام کے درمیان مفاضلہ اور سبط ابن جوزی کی کتاب 'الانتصار'

از: حامی سُنّیت علامہ محمد زاہد کوثری حنفی علیہ الرحمہ

یہ امت کی عادت قدیمہ رہی ہے کہ احکام کی دلالات کے جاننے والے لوگ جیسا کہ ان کے جاننے کا حق ہے، اپنے علم کے اعتبار سے انہیں دلالات کی اتباع کرتے ہیں، اور جو ان سے کم درجہ کے ہیں، ان کے لیے بھی اجتہاد میں ایک گونہ حصہ ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ ان پر بھی خواہشات سے دور رہنا واجب ہے، اور ضروری ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ زہد و تقویٰ اور جانکار شخص کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کریں تا کہ فتاویٰ میں وہ اس کی اتباع کرسکیں اور اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں، ایسے لوگوں کا مقتدیٰ و مفتی خواہ مصیب ہو یا مخطی ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، اور یہ بات بعید نہیں کہ جو شخص کسی ایک کے نزدیک راجح ہو وہ دوسرے کے نزدیک راجح نہ ہو، اور مقصود ترجیح میں کوشش صرف کرنا ہے، نہ کہ نفس الامر میں حقیقت تک پہنچنا مطلوب ہے، کوشش کرنے والوں کے لیے یہی کافی ہے کہ جو ذات ان کے نزدیک راجح ہے خواہشات کے آڑے آئے بغیر اسی کی اتباع کریں۔

اسی وجہ سے علماے مذاہب نے ائمہ متبوعین اور ائمہ ہدیٰ میں سے ہر خاص امام کے مذہب کی ترجیح کے متعلق کتابیں تصنیف کیں، جیسا کہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی

جرجانی، ابومنصور عبد القاہر بغدادی، ابو حامد طوسی، قاضی عیاض، فخر الدین رازی، ابن فرحون، اورابوعبداللہ داعی اندلسی وغیرہ رحمہم اللہ الگ الگ مذہب کی ترجیح میں کتابیں لکھیں۔

لیکن ان کا یہ ترجیحی پہلونفس الامر میں رجحان پر دلالت نہیں کرتا، ہاں اس بات پر ضرور دلالت کرتا ہے کہ ان کے امام کی متابعت ان کے نزدیک راجح ہے، اوراس میں کوئی حرج کی بات بھی نہیں ہے، البتہ ان میں سے بعض لوگوں نے طویل گفتگو کی جس کا ترجیح یعنی علم وورع سے کوئی خاص تعلق نہیں، بلکہ ان میں سے بعض لوگ دلیل و برہان کے بغیر اپنے امام کے علاوہ تعصب کی وجہ سے ہرامام کی ہتک عزت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ اوراہل دین راضی نہیں ہوں گے۔

ان کے برخلاف امام سبط ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الانتصار' میں جدل و جدال کو پس پشت ڈال کر خالص علمی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کتاب کی نشرواشاعت- باقی مذاہب میں اس کے مثل کتاب شائع ہونے کے بعد- مذہب حنفی کی طرف نظر کرتے ہوئے خالی جگہ پر کرنے کے مانند ہے، مزید برآں یہ کہ اس کی نشرواشاعت سے صحیح طریقہ پر ائمہ کی خوبیوں کو پیش کرنے میں ہمتوں کو بیدار کرتا ہے۔

مؤلف

محدث، مؤرخ، فقیہ، واعظ ابومظفر جمال الدین یوسف بن فرغل بن عبداللہ بغدادی، سبط ابوفرج بن جوزی حنبلی رحمہما اللہ

بعض شیوخ وتلامذہ:

آپ نے ابن جوزی، ابن کلیب ابن طبرزد وغیرہ سے علم حاصل کیا، اورآپ سے حافظ ابوشامہ مقدسی اور حافظ شرف دمیاطی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ آپ کی سوانح حافظ ابو شامہ مقدسی نے 'ذیل الروضتین' حافظ عبد القادر قرشی نے 'الجواہر' اور ابوالمحاسن نے 'المنہل الصافی' میں بیان کی ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ آپ کے بعد کے مؤرخین آپ کی کتاب 'مرآۃ الزمان' کے محتاج تھے، چاروناچار اس کتاب کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا تھا۔ امام ذہبی رحمہ

اللہ نے آپ پر اور آپ کے ہم مثل دوسرے لوگوں پر تعصب کا سہارا لے کر تحامل سے کام لیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے دادا کا مذہب حنبلی چھوڑ کر حنفی ہو گئے تھے، چناں چہ قطب یونینی حنبلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'مرآۃ الزمان' آپ پر کیے گئے تحامل کا دفاع کیا اور جو الزامات آپ پر عائد کیے گئے تھے دلائل کے ذریعہ سب سے آپ کی براءت ثابت کردی۔ نعوذ باللہ من تتابع الألسن - ان سے شرف دمیاطی کے واسطہ سے حافظ عبد القادر قرشی روایت کرتے ہیں۔

مصنف کی تصنیفات:

آپ کی مندرجہ ذیل مؤلفات ہیں:

'تفسیر القرآن' ۲۹ جلد، 'شرح الجامع الکبیر'، 'منتھی السول فی سیرۃ الرسول'، 'اللوامع فی أحادیث المختصر والجامع'، 'إیثار الإنصاف فی مسائل الخلاف'، 'الانتصار لإمام أئمۃ الأمصار' ۲ جلد، 'الانتصار و الترجیح للمذھب الصحیح'، 'مرآۃ الزمان' ۴۰ جلد وغیرہ مکتبہ طوب قبو میں موجود ہے۔ سبط ابن جوزی رحمہ اللہ بحث ومباحثہ کے شہسوار، بہت ذہین، اور عمدہ درس دینے والے تھے، اور بادشاہوں، امرا، علما اور عوام وعظ وغیرہ کے ذریعہ مقبول ومعروف تھے، آپ کے وعظ میں موفق بن قدامہ رحمہ اللہ حاضر ہوئے، آپ کی ہر مجلس میں کم از کم ایک گروہ ضرور اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے، بلکہ بہت سارے ذمی کافر آپ کی مجلس میں ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو جاتے تھے، اور دمشق کی مسجد میں لوگ آپ کے کل ہونے والے وعظ کے انتظار میں رات گزارا کرتے تھے۔

وفات:

آپ نے ۲۱ رذی الحجہ ۶۵۴ھ منگل کی رات دمشق میں وفات پائی اور جبل قاسیون میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ رحمہ اللہ و جعل الجنۃ مثواہ۔

□□□

الانتصار و الترجیح للمذهب الصحیح

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی فضلنا علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا و میزنا بالعقل و العلم و کملنا تکمیلا و هدانا للدین الحنیفی و المذهب الحنفی أوضح المناهج و أقومها سبیلا. أحمده علیٰ نعمه السابغة، و أشکره علیٰ مننه السابقة شکرا کثیرا لا قلیلا، و أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریك له شهادة تدخل قائلها ظلا ظلیلا، و أشهد أن سیدنا محمدا عبده و رسوله المبعوث إلی الکافة هادیا و دلیلا، صلی الله علیه و علیٰ آله و أصحابه بکرة و أصیلا، و بعد:

جب لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ دراز ہوا اور میں نے ملک عادل، عالم مؤید مظفر منصور، ملک معظم، شرف الدنیا والدین، غیاث الاسلام والمسلمین، ناصر امیر المومنین ابوموسیٰ عیسیٰ ابن المولیٰ ملک عادل، مجاہد مرابط، مؤید مظفر منصور، سیف الدنیا والدین ابوبکر محمد بن ایوب ابن شادی خلیل امیر المومنین اعز الله انصارهما، و ضاعف اقتدارهما، و ملکهما نواصی العباد، و اقاصی البلاد بمحمد و آله کی جانب سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب مہذب کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی نشر و اشاعت کا تذکرہ ہر دور ونزدیک سے آنے والے شخص سے کیا؛ تو اس نے اس بات پر میری ہمت بندھائی کہ میں نے بادشاہ موصوف کے لیے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کو باب در

باب مرتب کیا اور میں نے اس کا نام الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح رکھا۔ کتاب کے ابواب کی تفصیل کچھ یوں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

پہلا باب: محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریف، توثیق اور ان کا آپ سے روایت کرنے کا بیان

دوسرا باب: بعض محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ پر جرح، قدح اور ان کے جوابات کا بیان

تیسرا باب: امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مختصر بیان

چوتھا باب: امام اعظم رحمہ اللہ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اور ان سے روایت کا بیان

پانچواں باب: دوسروں پر امام اعظم رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان

چھٹا باب: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو دوسرے مذاہب پر فضیلت کا بیان

ساتواں باب: امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرنا والی و امام کے لیے احوط اور امت سے حرج کو دور کرنے میں ادفع ہونے کا بیان

آٹھواں باب: امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن مجید اور سنت صحیحہ پر عمل کرنے اور دوسرے ائمہ کا ان دونوں کی مخالفت کرنے کا بیان

جس نیک کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس میں اللہ تعالی ہی کی مدد چاہتا ہوں، اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور قول وعمل میں اسی سے عصمت کا سوال کرتا ہوں۔ بے شک وہ سخی، کریم، غفور، قریب ومجیب ہے، اللہ ہی کی توفیق سے ہم ابتدا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

....

پہلا باب

محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تعریف، توثیق اور ان کا آپ سے روایت کرنے کا بیان

محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت اور ان کے ذریعہ آپ کی توثیق

أخبرنا الشيخ الصالح الثقة أبو طاهر.....قال أبو زكريا يحى بن معين:

"روى عن أبى حنيفة سفيان الثورى، وعبد الله بن المبارك، و حماد بن زيد، و هشيم، و وكيع، و عباد بن العوام، و جعفربن عون، و أبو عبد الرحمن المقرىء، و جماعة كثيرة و هو ثقة لا بأس به"۔

قال أبو زكريا: وسمعت يحى بن سعيد، يقول:

"لا نكذب على الله ربما استحسنا الشىء من قول أبى حنيفة فنأخذ به"۔

ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام اعظم ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع، عباد بن عوام، جعفر بن عون، ابوعبدالرحمٰن مقری اور بہت ساری جماعت

نے روایت کی ہے، وہ ’’ثقہ لا باس بہ ہیں‘‘۔

ابو زکریا یحی بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’ہم اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتے ہیں، ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں سے کوئی قول اچھا لگتا ہے؛ تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں‘‘۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ابن عبد البر، ص ۱۲۳)

محدثین کا امام اعظم رحمہ اللہ کی تعریف

أنبأنا أبو القاسم ذاكر بن كامل..... قال أبو نعيم الحافظ:

"كان أبو حنيفة ممن سلم له دقة النظر، وغوص الفكر، ولطف الحيلة، ولي القضاء للمنصور، والصحيح أنه امتنع، وتوفي سنة خمسين ومائة، وكان مولده سنة ثمانين، وكان عمره سبعين سنة، وكان يدعو إلى مولاة آل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ونصرتهم ومتابعتهم رضوان الله عليهم أجمعين"۔

حافظ ابو نعیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

’’امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی دقت نظری، فکر کی گہرائی اور حیلہ شرعی کی عمدگی تسلیم کی گئی، منصور بادشاہ کے زمانہ میں قضا کے عہدہ پر فائز کئے گئے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے عہدۂ قضا قبول کرنے سے منع کر دیا تھا، ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، ان کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ ہے، ان کی کل عمر ۷۰ رسال ہوئی، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت، ان کی مدد اور ان کی اتباع کی طرف بلاتے تھے‘‘۔

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعيم، أبو نعيم، رواية عن أبي السوار، ص ۱۷)

وبه حدثنا أبو نعيم..... قال الحافظ أبو نعيم رحمه الله:

"كان أبو حنيفة غواصا في المسائل"۔

حافظ ابونعیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مسائل میں بہت زیادہ غوطہ لگانے والے تھے"۔

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعيم، أبو نعيم، و من أخبارہ، ص۲۰)

وبه حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن عبد الله.....ابن عون رحمه الله، يقول:

"بلغني بالكوفة رجل يجيب في المعضلات" يعني أبا حنيفة۔

ابن عون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مجھے خبر پہنچی ہے کہ کوفہ میں ایک آدمی مشکلات کا جواب دیتا ہے"۔ یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔

(مسند أبي حنيفة برواية أبي نعيم، أبو نعيم، و من أخبارہ، ص۲۰)

وبه قال حدثنا أبو محمد بن حيان.....الإمام الشافعي رحمه الله، يقول:

"سألت مالك بن أنس هل رأيت أبا حنيفة وناظرته؟ قال: نعم، رأيت رجلا لو نظر إلى هذه السارية وهي من الحجارة، فقال: إنها من ذهب لقام بحجته"۔ قال المصنف: وقد حكى هذا الشيخ أبو إسحاق الشيرازي في 'طبقات الفقهاء'۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا اور ان سے مناظرہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا کہ اگر وہ اس پایہ کی طرف دیکھتے جو پتھر کا ہے، تو وہ کہتے کہ یہ سونے کا ہے، پھر اس کے سونا ہونے پر حجت قائم کر دیتے۔" مصنف نے کہا:

اس واقعہ کو شیخ ابواسحٰق شیرازی نے 'طبقات الفقھاء' میں بہ طور حکایت ذکر کیا ہے۔

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ،ص۲۰)

وبہ قال حدثنا محمد بن إبراهيم.....الإمام ابن المبارك رحمه الله، يقول:

"إن كان أحد ينبغي له أن يقول برأيه فأبوحنيفة ينبغي له أن يقول برأيه"۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی کو اپنی رائے کے مطابق قول کرنا مناسب ہوتا؛ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنی رائے کے مطابق قول کرنا مناسب وبہتر ہوتا"۔

(مسند أبی حنیفةبروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ،ص۲۰)

و به قال أخبرني القاضي محمد بن عمر.....الإمام سفيان بن عيينة رحمه الله، يقول:

"ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة"۔ قال المصنف: وقد رأى سفيان: الشافعي وأحمد۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مثل نہیں دیکھا"۔ مصنف نے کہا: امام سفیان رحمہ اللہ نے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کو بھی دیکھا ہے۔

(مسند أبی حنیفةبروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ،ص۲۱)

وبه قال: حدثنا محمد بن إبراهيم بن علي.....الإمام الشافعي رحمه الله، يقول:

"الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه"۔ قال المصنف: وقد حكى هذا أيضا الشيخ أبو إسحاق في 'طبقات الفقهاء'۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں''۔ مصنف نے کہا: اس قول کو بھی شیخ ابواسحاق نے ''طبقات الفقہا'' میں ذکر کیا ہے۔

(مسند أبی حنیفةبروایة أبی نعیم، أبونعیم، و من أخبارہ،ص ۳۲)

وبه قال: حدثنا محمد بن إبراهيم..... الإمام عبد الله بن عمر رحمه الله، قال:

''كنت عند الأعمش فسئل عن مسئلة فنظر في وجه القوم ثم قال لأبي حنيفة: أجبه يا نعمان فأجابه، فقال: من أين قلت هذا؟ قال: من الحديث الذي حدثتنا به أنت. فقال: أنتم الأطباء و نحن الصيادلة''۔

عبداللہ بن عمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میں امام اعمش علیہ الرحمہ کے پاس تھا، اس وقت ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے قوم کی طرف دیکھا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فرمایا: اے نعمان! اس کے سوال کا جواب دو؛ تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا، اس پر انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا: آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے عرض کیا: میں نے یہ جواب اسی حدیث سے دیا ہے جو آپ نے مجھ سے بیان کیا تھا، اس وقت امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تم لوگ حکیم اور ہم لوگ دوا بیچنے والے ہیں''۔

(مسند أبی حنیفةبروایة أبی نعیم، أبونعیم، و من أخبارہ،ص ۳۲)

و به قال أخبرنا الحسن بن منصور..... عن أحمد بن علي قال: سمعت يحى بن معين و ذكر أبوحنيفة عنده، فقال:

''هو أنبل من أن يكذب''۔

احمد بن علی کہتے ہیں: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے پاس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

ذکر کیا گیا؛ تو اس وقت آپ نے فرمایا:

"وہ جھوٹ بولنے سے برتر و بالا ہیں۔"

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، و من أخبارہ، ص۲۳)

یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں امام شافعی اور اصحاب حدیث علیہم الرحمہ کے اقوال ہیں، اگر ان کے بارے میں مزید تعریف و توصیف والے اقوال تلاش کیے جائیں اور احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے؛ تو گفتگو بہت لمبی ہو جائے گی، مگر چوں کہ یہاں اختصار مقصود ہے؛ اس لیے جو ذکر ہوا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

□□□

دوسرا باب:

بعض محدثین کا امام اعظم علیہ الرحمہ پر جرح وقدح اور ان کے جوابات کا بیان

یہ باب تین اصول پر مبنی ہے:

اول: بعض محدثین کہتے ہیں: وہ 'سیی ءالحفظ' تھے۔

دوم: وہ مرجئی، جہمی تھے۔

سوم: امام اعظم علیہ الرحمہ نے بعض احادیث میں محدثین کی مخالفت کر کے قیاس کو لیا ہے۔

جواب اول: محدثین کا یہ کہنا کہ وہ 'سیی ءالحفظ' تھے، یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا بعض احادیث کو بالمعنیٰ روایت کرنے کی وجہ سے محدثین نے یہ سمجھ لیا کہ وہ 'سیی ءالحفظ' تھے۔

مجالس فقہ میں فقہاے عظام کے درمیان ارسال اور روایت بالمعنیٰ ہی غالب تھا، اور دوسرے لوگوں کے برخلاف یہ حدیث کا معنیٰ ادا کرنے میں امین تھے۔ زکوثری

جواب ثانی: بعض محدثین کا یہ کہنا کہ وہ 'جہمی مرجئی' تھے، یہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل تھے کہ ایمان بغیر عمل کے قول کا نام ہے، اور یہ حدیث صحیح کا مفہوم ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الإيمان أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم

الآخر، والقدر خيره وشره))

ترجمہ: ((ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر اور تقدیر کی اچھائی و برائی پر ایمان لاؤ))

(كتاب الإيمان، باب معرفة الإيمان، ج ا ص ۳۶، رقم:۱)

لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے قول کی وجہ سے مبتدع نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ آپ نے وہی قول کیا ہے جو صحیح حدیث سے ثابت شدہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی شان اور اشتقاق لغوی کا مفہوم ہے، اور ایمان لغت میں تصدیق کا نام ہے اور تصدیق نہ تو بڑھتی ہے اور نہ ہی گھٹتی ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول:

﴿و اذا تليت عليهم آياته زادتهم ايماناً﴾ (الانفال:۸، آیت:۲)

ترجمہ: ((اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔))

(کنز الایمان)

تو یہاں ہماری آیت میں زیادتی ایمان سے تقویت ایمان مراد ہے، اور بعض محدثین زیادتی اور کمی سے یہ مراد لیتے ہیں کہ طاعت سے ایمان زیادہ اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔

جواب ثالث: محدثین کا کہنا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بعض احادیث کی مخالفت کی اور قیاس کو لیا ہے، اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

اول: جس مسئلہ میں عموم بلویٰ ہو، اس میں خبر واحد امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

دوم: ان کے نزدیک یہ معاملہ جرح وتعدیل پر مبنی ہے، بسا اوقات محدثین کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں اور وہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مجروح ہوتا ہے، اور یہ جرح جس کو بعض محدثین نے ذکر کیا ہے، باقی ائمہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی طرف بھی لوٹتا ہے؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے بعض سنن صحیحہ کی مخالفت کی اور قیاس کو لیا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس بات کو آخری باب میں ذکر کریں گے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے شیخ، امام، عالم، جمال الدین شمس الحفاظ ابو الفرج بن

الجوزی سے پوچھا: سیدی! بعض محدثین نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کیوں کلام کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''کیونکہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا ہے'' تو میں نے عرض کیا: ان کے علاوہ ائمہ نے بھی تو قیاس کولیا ہے؛ تو انہوں نے فرمایا: ''لیکن انہوں نے باقی ائمہ کے مقابل قیاس کو زیادہ لیا ہے''۔ تو میں نے عرض کیا: جتنی مقدار میں اور ائمہ کرام نے قیاس کولیا ہے اتنی ہی مقدار میں محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیوں نہیں کیا؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر سارے طعنوں کا دارو مدار امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی جرح پر ہے، مگر امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر اس معاملہ میں افترا سے کام لیا گیا ہے، مزید برآں یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اپنی جرح سے رجوع کرلیا تھا۔

□□□

تیسراباب:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مختصر بیان

امام ابو یوسف رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا؛ تو میں نے بچوں کو بلند آواز سے کہتے ہوا سنا: یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابو یوسف! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ بچے کیا کہہ رہے ہیں؟ اب میرے اوپر واجب ہو گیا کہ میں اپنے پہلو کو بستر پر نہ رکھوں یہاں تک کہ اللہ تعالی سے جا ملوں۔''

امام زائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی مسجد میں عشا کی نماز پڑھی، سارے لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو نہیں معلوم ہو سکا کہ میں مسجد میں ہوں، اصل میں میرا ارادہ تھا کہ میں ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھوں اس طور سے کہ کوئی مجھے ان سے پوچھتے ہوئے نہ دیکھے، بہر حال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کھڑے ہوئے، قراءت شروع کر دی یہاں تک کہ اس آیت کریمہ پر پہنچے:

﴿فمن الله علينا و وقانا عذاب السموم﴾ (الطور:۵۲، آیت:۲۷)

ترجمہ: ((تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔))

(کنز الایمان)

میں مسجد میں ان کا قراءت سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، مگر وہ بار بار

اسی آیت کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ موذن نے فجر کی اذان دے دی۔
حمانی کے والد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں تقریبا ایک سال تک رہا ہوں، لیکن میں نے ان دنوں میں انہیں کبھی دن میں کھاتے ہوئے اور رات میں سوتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کسی دوسرے کے مال کا ایک لقمہ بھی نہیں کھاتے تھے، عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، ہر رات فجر اول کے طلوع ہونے تک ایک مرتبہ پورا قرآن پاک پڑھ لیتے تھے، فجر ثانی طلوع ہونے کے وقت دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور پوری رات عبادت الٰہی میں گزارتے تھے''۔
کہا جاتا ہے: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف قیلولہ پر اکتفا کرتے تھے۔ زکوثری
خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''چار ائمہ کرام نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھا، وہ یہ ہیں: عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم''۔
منصور بن ہاشم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''ہم قادسیہ میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی ان کے پاس آیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کلام کرنے لگا، اس پر اس شخص سے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: تیرے لیے بربادی ہو، کیا تم ایسے آدمی کے بارے میں کلام کرتے ہو جنہوں نے پانچوں نمازیں پینتالیس سال تک ایک ہی وضو سے پڑھی، اور ہر رات دو رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھا کرتے تھے، میرے پاس فقہ کا جو سرمایہ ہے، وہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہی حاصل کیا ہے۔''
قیس بن ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بغداد سرمایہ بھیجتے، اس سے سامان خریدتے، اس کو کوفہ پہنچاتے، اور ایک سال سے دوسرے سال تک کا نفع جمع کرتے، پھر اس سے

تجارت کرنے والے شیوخ کی ضرورت کے سامان، ان کے کھانے، کپڑے اور تمام ضرورتوں کی چیزوں کو خریدتے، پھر باقی دینار اور نفع انہیں کو دیدیتے اور کہتے: اپنی ضرورتوں میں خرچ کرو اور صرف اللہ ہی کی تعریف کرو؛ کیونکہ میں نے تمہیں اپنا مال نہیں دیا ہے بلکہ وہ تو تم پر اللہ تعالی کا فضل ہے اور یہ تمہاری پونجی کا نفع ہے جس کو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو دیا ہے، اللہ کی رزق میں اس کے علاوہ کا حق نہیں۔''

اسمٰعیل بن حماد بن ابوحنیفہ سے روایت ہے:

''جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیٹے حماد رحمہ اللہ نے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مہارت حاصل کرلی؛ تو انہوں نے معلم کو پانچ سو درہم عطا کیے۔''

□□□

چوتھا باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اوران سے روایت کا بیان

أنبأنا أبو القاسم ذاكر بن كامل.....قال أبو نعيم:

”ذكر من رأى أبو حنيفة رحمه الله من الصحابة و روى عنهم: أنس بن مالك، وعبد الله بن الحارث الزيدى، ويقال: عبد الله بن أبى أوفى الأسلمى، واختلفوا فى وفاة أنس بن مالك، فقيل: أنه مات سنة تسعين، وقيل: سنة ثلاث وتسعين، وقيل: سنة أربع وتسعين“۔

قال أبو نعيم:

”توفى أنس بن مالك فى سنة ثلاث وتسعين، و ولد أبو حنيفة سنة ثمانين وكان بين مولده و وفاة أنس ثلاث عشرة سنة“۔

قال أبو نعيم:

”روى عن أبى حنيفة من التابعين الأحوص بن حكيم“۔

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان صحابہ کرام کا ذکر جن کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دیکھا اوران سے روایت کی: ان میں سے انس بن مالک اور عبداللہ بن حارث زبیدی ہیں اوران کو عبد اللہ بن اوفی اسلمی بھی کہا جاتا ہے، انس بن مالک کی وفات کے بارے میں

علمائے کرام کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: آپ نے ۹۰ھ میں وفات پائی، بعض نے آپ کی وفات ۹۳ھ اور بعض نے ۹۴ھ میں بتائی ہے۔"

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انس بن مالک رضی اللہ نے ۹۳ھ میں وفات پائی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کے درمیان ۱۳ر سال کا فاصلہ ہے۔"

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، ذکر من رأی من الصحابة و روی عنهم، ص۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش کے متعلق تین اقوال ہیں: اول: ۸۰، ثانی: ۷۰، ثالث: ۶۱، جمہور نے پہلی روایت کو لیا ہے؛ کیوں کہ پیدائش میں بعد والی تاریخ اور پہلے والی پر اعتماد میں احتیاط ہے، مگر یہ اس صورت میں جب کہ دوسری روایت کی تائید ہو رہی ہو، اور یہاں پر متعدد وجوہ سے دوسری روایت کی تائید ہوتی ہے، اس طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا صحابہ کرام سے سننے اور ان کو دیکھنے کا دائرہ مزید وسیع ہو جائے گا۔ زکوثری

مزید تفصیل کے لیے انہیں کی کتاب "تانیب الخطیب" دیکھیں!

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تابعین میں سے احوص بن حکیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے"۔

وبه حدثنا أبو نعم۔۔۔أحمد بن الصلت بن المغلس عن أبی حنیفة، قال: سمعت أنس بن مالك، یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا:

((ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم، ذکر من رأی من الصحابة وروی عنهم، ص۲۳، سنن ابن ماجه، عن محمد بن سیرین، عن انس رضی الله عنه، باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم، ج۱ص۸۱، رقم: ۲۲۴)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے، آپ نے مصر میں سکونت اختیار کی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آپ سے مکہ شریف میں ملاقات ہوئی، آپ نے عبداللہ زبیدی رضی اللہ عنہ سے جس وقت حدیث سنی اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

فقد قال أبو نعیم: حدثنا۔۔۔۔عن أبی یوسف، قال: سمعت أبا حنیفة، یقول:

"حججت مع أبی سنة ست وتسعین و لی ست عشرة سنة فإذا أنا بشیخ قد اجتمع الناس علیه، فقلت لأبی: یا أبی من هذا الشیخ؟ فقال: هذا رجل قد صحب محمدا صلی الله علیه وسلم یقال له: عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی، فقلت: فأی شیء عنده؟ فقال: أحادیث سمعها من النبی صلی الله علیه وسلم، فقلت له: قدمنی إلیه حتی أسمع منه، فتقدم بین یدی فجعل یفرج الناس حتی دنا منه، فسمعته، یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

((من تفقه فی دین الله کفاه الله عزوجل همه، ورزقه من حیث لایحتسب))

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی، انہوں نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا: میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۴ھ میں حج کیا، اس وقت

میں سولہ سال کا تھا، اچانک میری نظر ایک شیخ پر پڑی جن کے پاس لوگ جمع تھے؛ تو میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: یہ شیخ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہیں جنہیں حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے، ان کو عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے، میں نے کہا کون سی چیز ان کے پاس ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان کے پاس احادیث ہیں جن کو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؛ تو میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا: مجھے ان کے پاس لے چلئے تاکہ میں بھی ان سے احادیث سنوں، میرے والد ماجد میرے آگے آگے گئے اور لوگوں کو ہٹانے لگے یہاں تک کہ اس صحابی رسول سے قریب ہو گئے، اس وقت میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جو اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے اللہ عزوجل اس کے غم کو دور کرنے کے لیے کافی ہوگا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة أبی نعیم، أبو نعیم،
روایته عن عبد الله بن الحارث بن جزء، ص۲۵)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن صلت حمانی ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کلام کرتے ہوئے کہا: یہ اس حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہیں، مگر یہ درست نہیں؛ کیوں کہ ان کی متابعت عبداللہ بن جعفر نے کی ہے، جیسا کہ جامع بیان العلم/ابن عبدالبر رحمہ اللہ میں ہے، اسی میں ہے: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ کرام کو دیکھا ہے، ان میں انس بن مالک اور عبداللہ ابن حارث رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ زکوثری

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس روایت کی تخریج صرف اسی وجہ سے جو ابن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جانی جاتی ہے، اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن سماعہ

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة منفرد ہیں، اور حضور نبی کریم ﷺ سے اس کو دوسرے طریق کے ذریعہ روایت کیا گیا ہے جو اس متن کے مجانس ہے، اور وہ بھی غریب ہے۔

وهو: ما حدثناه أبوالحسين محمد بن على بن حبيش المقرىء.... عن زياد بن الحارث الصدائى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((من طلب العلم تكفل الله برزقه))

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جس نے علم طلب کیا، اللہ تعالی نے اس کے رزق کا ذمہ لے لیا۔))

(مسند أبى حنيفةبرواية أبى نعيم، أبونعيم، روايته عن عبد الله بن الحارث بن جزء، ص۲۵)

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث یونس عن الثوری کے مفاریدسے ہے، میں یونس کے علاوہ اس حدیث کے کسی دوسرے راوی کو نہیں جانتا۔

قال المصنف: وأخبرنى بالحديث الأول الشيخ الإمام العالم أبوالغنائم بن شيرويه..... عن أبى يوسف يعقوب بن إبراهيم القاضى، قال: حدثنا أبوحنيفة النعمان بن ثابت رحمه الله، قال: سمعت أنس بن مالك رضى الله عنه، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((طلب العلم فريضة على كل مسلم))

ترجمہ: ابویوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم سے ابوحنیفہ نعمان رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، آپ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو

کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔))

(مسند أبی حنیفةبروایة أبی نعیم، أبو نعیم، ذکر من رأی من الصحابة وروی عنهم،ص۲۴،سنن ابن ماجه، عن محمد بن سیرین، عن انس رضی الله عنه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،ج۱ص۸۱،رقم:۲۲۴)

و به قال حدثنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔عن أبی حنیفة رحمه الله، قال: ولدت سنة ثمانین، وقدم عبد الله بن أنیس رضی الله عنه الکوفة سنة أربع وتسعین ورأیته وسمعت منه و أنا ابن أربع عشرة سنة سمعته، یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم، یقول:

((حبك الشیء یعمی ویصم))

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی آپ فرماتے ہیں: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا، اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کوفہ ۹۴ھ میں آئے، میں نے ان کو اس وقت دیکھا اور ان سے اس وقت سنا جب میں چودہ سال کا تھا، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((تیری کسی چیز سے محبت تجھ کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے))

(مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، ابو حنیفةنعمان،رقم:۳۱)

و به قال: أنبأنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔عن أبی یوسف القاضی، حدثنا أبوحنیفة رحمه الله، قال: ولدت سنة ثمانین و حججت مع أبی سنة ست وتسعین وأنا ابن ست عشرة سنة، فلما دخلت المسجد الحرام، رأیت حلقة عظیمة، فقلت لأبی: حلقة من هذه؟ فقال: حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فتقدمت و

سمعته، يقول:

((من تفقه فی دين الله كفاه الله همه، و رزقه من حيث لايحتسب))

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا، اور میں نے اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کیا، اس وقت میں سولہ سال کا تھا، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا؛ تو ایک بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا: یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رحمہ اللہ کا حلقہ ہے، اتنا سنتے ہی میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((جو اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کرے، اللہ اس کے غم کو دور کرنے کے لیے کافی ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔))

(مسند أبی حنيفةبرواية أبی نعيم، أبونعيم، روايته عن عبد الله بن الحارث بن جزء، ص۲۵)

وبه قال: أنبأنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔۔عن أبی حنيفة رحمه الله، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه، قال: جاء رجل من الأنصار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له: يا رسول الله مارزقت ولدا قط ولا ولد لی، قال:

((أين أنت من كثرة الاستغفار، و كثرة الصدقة ترزق بها الولد))

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: انصار کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری کوئی اولاد نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

((تم استغفار وصدقہ کی کثرت سے کہاں ہو؛ جس کے سبب اولاد ملتی ہے؟))

چناں چہ وہ آدمی کثرت سے استغفار وصدقہ کرنے لگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس نیک عمل کی برکت سے ان کے یہاں نولڑکے پیدا ہوئے''۔ (مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، أبو حنیفة نعمان، رقم: ۱۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسلاً روایت کی ہے۔ زکوثری

وبه قال: حدثنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔عن أبی حنیفة رحمه الله، قال: سمعت عبد الله بن أبی أوفی، یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم، یقول:

((من بنی مسجدا ولو کمفحص قطاة بنی الله له بیتا فی الجنة))

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی، آپ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((جس نے مسجد اگرچہ سنگخوار کے گھونسلہ کی طرح ہی بنائی، اللہ عزوجل اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، أبو حنیفة نعمان، رقم: ۱۳)

محدثین کے نزدیک تحمل کی مدت کم سے کم پانچ سال ہے، امام ابوحنیفہ کی پیدائش کے متعلق تمام اقوال کے اعتبار سے جب کوفہ میں حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا؛ تو اس وقت آپ کی عمر پانچ سال سے زیادہ ہی تھی۔ زکوثری

و به أنبأنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔عن أبی حنیفة، عن واثلة بن الأسقع رضی الله عنه، یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم، یقول:

((لاتظهر شماتة أخیك فیعافیه الله ویبتلیك))

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ حضرت وائل بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کر، جس کی وجہ سے اللہ اس کو اس کی مصیبت سے چھٹکارا دیدے اور تجھ کو آزمائش میں مبتلا کردے۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، أبو حنیفةنعمان، رقم:۳۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وائل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسلا روایت کیا ہے۔ زکوثری

وبه قال: حدثنا محمد بن عبد الله۔۔۔۔عن یحی بن معین، أن أبا حنیفة صاحب الرأی سمع عائشة بنت عجرد رضی الله عنها، تقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم، یقول:

((أکثر جند الله فی الأرض الجراد، لا آکله لا أحرمه))

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ صاحب رائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((زمین میں اللہ کا سب سے زیادہ لشکر ٹڈی کا ہے، میں نہ اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔))

(مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی، أبو حنیفةنعمان، رقم:۹)

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ نے ان سے مرسلا روایت کی ہے۔ زکوثری

□□□

پانچواں باب:

دوسروں پر امام اعظم رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان

آپ کی دوسرے ائمہ پر فضیلت قرآن کریم، سنت نبویہ اور عقلی دلیل سے ثابت ہے، قرآن مجید سے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿والسابقون الاولون﴾ (التوبۃ:۹/آیت:۱۰۰)

ترجمہ: ((اور سب میں اگلے پہلے)) (کنزالایمان)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿والسابقون السابقون اولئك المقربون﴾ (الواقعہ:۵۶/آیت:۱۰/۱۱)

ترجمہ: ((اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب بارگاہ ہیں۔))

(کنزالایمان)

تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل﴾ (الحدید:۵۷/آیت:۱۰)

ترجمہ: ((تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا)) (کنزالایمان)

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے ایمان واسلام اور نیک کام کرنے میں سبقت کی اسے سبقت نہ کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔

سنت نبویہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((خیر القرون قرنی الذی أنا فیهم، ثم الذین یلونهم، ثم الذین

يلونهم))

ترجمہ: ((میں جس زمانہ میں ہوں وہ تمام زمانوں میں بہترین زمانہ ہے، پھر وہ جو اس زمانہ والوں سے قریب ہے، پھر وہ جو اس زمانہ سے قریب ہے۔))

(صحيح البخاري، عن عبد الله رضى الله عنه، كتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ج۵ ص۳، رقم: ۳۶۵۱، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، ج۴ ص۱۹۶۲، رقم: ۲۵۳۳)

لہٰذا اگرچہ بعض لوگوں کی رائے کے مطابق امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ دوسری صدی سے نہیں، مگر اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ تیسری صدی سے ہیں، اور یہ حدیث صحیح و متفق علیہ ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ 'صحیح مسلم' میں یہ حدیث بھی مذکور ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أمتي كالغيث لايدري أوله خير أم آخره))

ترجمہ: ((میری امت بارش کی طرح ہے، معلوم نہیں کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔))

(سنن الترمذي، عن أنس رضى الله عنه، باب مثل الصلوات الخمس، باب، ج۵، ص۱۵۲، رقم: ۲۸۶۹، مجھے یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مقدم کو مؤخر پر فضیلت دینا درست نہیں۔

اس اعتراض کے دو جوابات ہیں، انہیں مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

اول: سابقین کی فضیلت پر جو حدیث ہم نے ذکر کی وہ متفق علیہ ہے، اور جو معترض نے ذکر کیا وہ 'صحیح مسلم' کی تفردات سے ہے؛ لہٰذا ہماری ذکر کردہ حدیث کی مزاحم نہیں ہو سکتی۔

دوم: ہم 'صحیح مسلم' کی حدیث کو قرون ثلاثہ کے بعد پر محمول کرتے ہیں؛ کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک کا دوسرے کے لیے ناسخ ہونا جائز نہیں؛ اس لیے کہ دونوں خبر ہیں، اور اخبار کو نسخ لاحق نہیں ہوتا۔

نیز حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((طوبی لمن رآنی، و من رأی من رآنی، ومن رأی من رأی من رآنی))

ترجمہ: ((خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھ کو دیکھا، یا اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، یا اس کو دیکھا جس نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔))

(المعجم الأوسط، عن أنس رضی الله عنه، ج٦ص١٧١، رقم:٦١٠٦)

نیز حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((لا تسبوا أصحابی فلو أنفق أحدکم مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم و لا نصیفه))

ترجمہ: ((میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے، تب بھی وہ ان کے مد بلکہ اس مد کے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔))

(صحیح البخاری، عن أبی سعید خدری رضی الله عنه، کتاب المناقب، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: ((لو کنت متخذا خلیلا)) ج٥ص٨، رقم:٣٦٧٣)

اور اسی طرح صحابہ کرام کی فضیلت تابعین پر اور تابعین کی فضیلت تبع تابعین پر اسی سبقت کی وجہ سے حاصل ہے۔

عقلی دلیل: عقلمندوں کے نزدیک سابق لاحق سے افضل ہوتا ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ان کے سابق ہونے ہی کی وجہ سے لاحق پر فضیلت کی صراحت کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں"۔ ہم نے جو ذکر کیا، اس پر شاعر کا یہ قول دلالت کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فلو قبل مبکاها بکیت صبابة

بسعدی شفیت النفس قبل التندم

و لکن بکت قبلی فھیج لی البکاء
بکاھا فقلت الفضل للمتقدم

اگر اعتراض کیا جائے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، حالانکہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، مگر قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو ان سے مقدم ہے وہ ان سے افضل ہو! اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لاتخیرونی علی موسی))

ترجمہ: ((تم لوگ مجھے موسی علیہ السلام پر فضیلت مت دو!))

(صحیح البخاری، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب وفاۃ موسی، ج ۴ ص ۱۵۷، رقم: ۳۴۰۸)

اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

((لاتفضلونی علی یونس بن متی))

ترجمہ: ((تم لوگ مجھے یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو!))

(اس لفظ کے ساتھ مجھے حدیث نہیں ملی، صحیح البخاری میں اس لفظ کے ساتھ ہے: ((لاینبغی لعبد أن یقول: أنا خیر من یونس بن متی)) باب قول اللہ تعالی: ﴿ھل اتاک حدیث موسی﴾ ج ۴ ص ۱۵۳، رقم: ۳۳۹۵)

اس اعتراض کا جواب: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی حدیثیں نفس کی تواضع اور انکساری کے طور پر وارد ہیں، یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

((أنا سید ولد آدم ولافخر))

ترجمہ: ((میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔))

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، ج ۲ ص ۱۴۴۰، رقم: ۴۳۰۸)

کے خلاف نہیں؛ کیونکہ حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فخریہ طور پر یہ بات نہیں کہی، اور نہ ہی مخلوق پر گھمنڈ کے طور پر اس کا اظہار فرمایا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو محض تحدیث نعمت اور احسان کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا، اور حدیث میں وارد سیادت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد

قیامت کے دن آپ کی ذات والا کو شفاعت کا مرتبہ عطا کر کے تعظیم و تکریم کیا جانا ہے۔ بہر حال عقل تو یہی چاہتی ہے کہ سابق کو لاحق پر فضیلت حاصل ہو مگر ہم نے یہاں نصوص کی وجہ سے عقل کو چھوڑ دیا، اور وہ بعض نصوص یہ ہیں: حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((أنا سيد ولد آدم ولا فخر))

(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، ج۲ص۱۴۴۰، رقم:۴۳۰۸)

اور دوسری جگہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((آدم ومن دونه تحت لوائی يوم القيامة ولا فخر))

ترجمہ: ((آدم اور ان کے بعد جتنے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہیں سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔))

(مسند احمد، ج۴ص۳۳۰، رقم:۲۵۴۶)

اور جو مسئلہ زیر بحث ہے، یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان کے سابق ہونے کی وجہ سے لاحق پر فضیلت حاصل ہونا، اس کے خلاف کوئی نص وارد نہیں؛ اس لیے قیاس کی اصل باقی رہے گی، اور امام اعظم رحمہ اللہ کو اپنے لاحقین پر فضیلت و برتری حاصل رہے گی۔

□□□

چھٹا باب:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو دوسرے مذاہب پر فضیلت کا بیان

اس پر متعدد وجوہ سے دلیل پیش کی جا سکتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اول: امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول: ''لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے محتاج ہیں'' میں صراحت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب صحیح کو دوسرے مذہب پر فضیلت حاصل ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کسی اعتراض و تاویل کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق امام مالک علیہ الرحمہ، حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ کا اظہار خیال جن کا بیان عن قریب گزر چکا اور امام کے بارے میں دیگر علمائے کرام کے اقوال بھی زیر بحث مسئلہ میں شاہد عدل ہیں۔

دوم: کسی کا غیر سے افضل ہونے کا ثبوت اس کے مذہب کے بھی افضل ہونے کا ثبوت ہے؛ کیوں کہ علما وفقہا کا ان کی فضیلت کا اعتراف ان کے فقہ وعلم ہی کی وجہ سے تھا۔

سوم: لوگ عمل میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب ہی کی طرف مائل اور ان کی اتباع کرنے پر مجبور ہیں، اس کو ہم عنقریب آنے والے ساتویں باب میں ذکر کریں گے۔

چہارم: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قرآن پاک وسنت صحیحہ کو اختیار کرنا، دوسرے علما کے برخلاف جنہوں نے ان دونوں کی مخالفت کی، ان شاء اللہ اس کو ہم آٹھویں باب میں بیان کریں گے۔

ساتواں باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرنا والی وامام کے لیے احوط اور امت سے حرج کو دور کرنے میں ادفع ہونے کا بیان

امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب والیوں کے لیے احوط ہے:

اس کے متعلق بعض مسائل ملاحظہ فرمائیں:

اول: اگر کسی کی کوئی خراجی زمین ہو، مگر اس کی زراعت سے عاجز ہو اور اس کا خراج ادا کرنے پر قادر بھی نہ ہو؛ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کو حق ہے کہ وہ اس زمین کو اجرت پر ردیدے، پھر اسی کی اجرت سے خراج لے، اور اگر اجرت پر رکھنے والے شخص کو نہ پائے؛ تو اگر چہ اس کا مالک راضی ہو یا نہ ہو، اس زمین کو بیچ کر خراج اس کی ثمن سے لے، اور دوسرے علمائے کرام نے فرمایا: امام کو ایسا کرنے کا حق نہیں۔

دوم: امام جب قہر وغلبہ کے ذریعہ کفار کے شہروں میں سے کسی شہر پر فتح حاصل کرلے، پھر ان پر احسان کی غرض سے ان کے اموال کو انہیں کے ملک میں باقی رکھے، ساتھ ہی ان سے جزیہ بھی ساقط کردے اور اس کو غانمین کے درمیان تقسیم نہ کرے؛ تو خواہ لشکر اس بات سے راضی ہو یا نہ ہو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت کی ان لوگوں نے فرمایا: ایسے ملک کے اموال کو غانمین کی رضامندی کے بغیر ملک والوں کے حوالے نہیں کرسکتا، ہاں اگر راضی ہوں؛ تو اجازت ہے، اور اگر راضی نہیں؛ تو اموال کو انہیں کے درمیان تقسیم کردے۔

سوم: کفار مقتولین کا ہتھیار قاتل کو لینے کا حق نہیں ہے۔ ہاں اگر امام کہہ دے کہ جس نے کسی کو قتل کیا، تو مقتول کا ہتھیار اسی کا ہے، تو اب اسے لینے کا حق ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا: بغیر امام کی اجازت کے قاتل کو مقتول کا ہتھیار لینے کا حق ہے۔

چہارم: اگر کسی آدمی نے کوئی جرم کیا جس کی وجہ سے امام نے اس کی تعزیر کی، اور اس تعزیر کی وجہ سے وہ مر گیا؛ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام پر کوئی ضمان نہیں، اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: امام پر ضمان واجب ہے۔

پنجم: اگر کسی آدمی نے امام کی اجازت کے بغیر کسی بنجر زمین کو آباد کیا؛ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس زمین کا مالک نہیں ہوگا۔ اور دوسرے فقہا نے فرمایا: وہ آدمی صورت مذکورہ میں زمین کا ملک ہو جائے گا، اسے زمین کا مالک ہونے کے لیے امام کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

ششم: اگر کسی مرد کے غلام نے زنا کیا، یا شراب پیا، یا چوری کی اور امام کے نزدیک یہ یا ان میں سے کوئی ایک بات ثابت ہوگئی؛ تو امام کو اس پر حد قائم کرنے کا حق حاصل ہے اور آقا کو اس پر حد قائم کرنے کا حق نہیں۔ اور دوسرے ائمہ جنہوں نے اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت کی انہوں نے فرمایا: ”آقا کو حق ہے کہ اس مجرم غلام پر حد قائم کرے، اس کے لیے اسے امام کی اجازت کی ضرورت نہیں“۔

ہفتم: چرائی کے مال کی زکاۃ اگر اس کے مالک نے کسی فقیر کو دے دی؛ تو امام کو حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ اس شخص سے زکاۃ لے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ”صورت مذکورہ میں امام کو دوبارہ زکاۃ لینے کا حق نہیں“۔

ہشتم: اگر کسی نے پھینکے ہوئے بچہ کو قصداً قتل کر دیا؛ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک امام کو اس قاتل سے قصاص لینے کا حق ہے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ”اس کو قصاص لینے کا حق نہیں ہے“۔

نہم: اگر جنازہ حاضر ہوا اور لوگوں کے ساتھ ولی اور سلطان بھی ہے؛ تو سلطان کا نماز

پڑھانا اولی وبہتر ہے۔ اور دوسرے ائمہ نے فرمایا: ''سلطان کے بجائے ولی کا نماز پڑھانا اولیٰ و بہتر ہے۔'' ان کے علاوہ بھی بہت سارے مسائل ہیں جن میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب والیوں کے لیے احوط ہے۔

امام اعظم کا مذہب امت سے حرج کو زیادہ دفع کرنے والا ہے:

اس کے متعلق بہ طور دلیل مندرجہ ذیل سطور میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

اول: 'طہارات' اکثر لوگ دونوں طہارتوں یعنی طہارت صغری و کبری میں وضو کی نیت نہیں کرتے، اس صورت میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر طہارت حاصل و صحیح ہوجائے گی۔ اسی طرح حمامات میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک داخل ہونا جائز ہے، مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں؛ کیونکہ ان کے نزدیک وہ نجس ہیں۔

دوم: 'مٹی کے پکے ہوئے برتن سے پانی پینے اور اس سے وضو کرنے کی حلت، اس نوعیت کے برتن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہیں؛ کیوں کہ راکھ کے بعض اجزا اس نوعیت کے برتن سے ملے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ ایسے برتن ہیں جن کا استعمال تمام شہروں میں شائع ہے۔ اسی طرح کھانا وروٹی وغیرہ پکانے کے لیے' گوبر سے آگ روشن کرنا' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آگ کھانے کو ناپاک کردیتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک کھانے کو نجس نہیں کرتی۔ اسی طرح 'مردار کا بال، اس کی ہڈی اور اس کی سینگ' امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہے، باوجود اس کے کہ ان چیزوں کو چھلنی و چھری وغیرہ بنانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح احرام میں 'نیت' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر سے ملی ہوئی ہو اور اس میں امت مسلمہ پر جو حرج ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح 'بیاعات' جیسے معاطات کی بیع، بچے کی بیع وشرا، پوشیدہ چیز کی بیع جیسے اخروٹ، خربوزہ، انار، کھیرا، ککڑی، جو کی شراب اور جو اس کے مشابہ ہو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک' جائز نہیں، حالانکہ شاید ہی کوئی مسلم اس طرح کے معاملات سے بچتا ہو۔ اسی

طرح 'تنور' جسے عود کی لکڑی سے بنایا جاتا ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہے۔ اور اسی طرح 'گیہوں' جب تک اس کو دھویا نہ جائے ان کے نزدیک نجس ہے۔ بہر کیف تھوڑا تامل کرنے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان تمام چیزوں سے لوگوں کا بچنا مشکل، دشوار بلکہ حرج شدید کا باعث ہے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ (الحج:۲۲/آیت:۷۸)

ترجمہ: ((اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔)) (کنزالایمان)

□□□

آٹھواں باب:

امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن مجید اور سنت صحیحہ پر عمل کرنے اور دوسرے ائمہ کا ان دونوں کی مخالفت کرنے کا بیان

یہ بھی ان کے مذہب کی ترجیح کا باعث ہے:

امام اعظم رحمہ اللہ کا قرآن پاک پر عمل

بعض مسائل ملاحظہ فرمائیں:

امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ شہادت قبول کرنے کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿واستشهدوا شهيدين من رجالكم﴾ (البقرۃ:۲، آیت:۲۸۲))

ترجمہ: ((اور دو گواہ کرلو اپنے مَردوں میں سے۔))(کنزالایمان)

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ ائمہ کے نزدیک ایک گواہ وقسم شہادت کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زانی کا زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح جائز نہیں؛ کیونکہ وہ اس کی لڑکی کے حکم میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم﴾ (النسا:۴، آیت:۲۳))

ترجمہ: ((حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں))(کنزالایمان)

اور دوسرے لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور فرمایا: ''جب کسی نے کسی عورت سے زنا کیا اور اس عورت کی کوئی بیٹی ہوئی؛ تو زانی کے لیے لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

اسی طرح احناف کے نزدیک ذبح کرتے وقت جس جانور پر بسم اللہ شریف نہیں پڑھا گیا اس کا کھانا حلال نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ﴾ (الانعام ۶/آیت ۱۲۱)

ترجمہ: ((اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا۔)) (کنزالایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگرچہ جان بوجھ کر بسم اللہ شریف چھوڑ دیا ہو تو بھی ان کے نزدیک اس جانور کا کھانا حلال ہے۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کرنے والی مرد و عورت کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ﴾ (النور ۲۴، آیت ۲)

ترجمہ: ((جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ!)) (کنزالایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''انہیں ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے گا۔''

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک چور و چورنی کا صرف دونوں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما﴾ (المائدہ ۵، آیت ۳۸)

ترجمہ: ((اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو!)) (کنزالایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''چور و چورنی ہاتھ کاٹے جانے کے ساتھ ضامن بھی ہوں گے''۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم ایک آیت پڑھنے سے فرض ادا ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فاقرءوا ما تیسر من القرآن﴾ (المزمل ۷۳، آیت ۲۰)

ترجمہ: ((اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو!))

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی''۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جان کے بدلے جان ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿النفس بالنفس﴾ (المائدۃ:۵،آیت:۴۵)

ترجمہ:((جان کے بدلے جان))

اورامام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:''جب کوئی مسلم ذمی کو قتل کردے؛ تو اس کے بدلے میں مسلم کو قتل نہیں کیا جائے گا''۔حالاں کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

اسی طرح حرم میں پناہ لینے والے کو احناف کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن دخله کان آمنا﴾ (آل عمران:۳،آیت:۹۷)

ترجمہ:((اورجو اس میں آئے امان میں ہو))(کنزالایمان)

اورامام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:''ایسے شخص کو بھی قتل کیا جائے گا''۔

اسی طرح ظہار ویمین کے کفارہ میں کافر غلام یا باندی کو آزاد کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فتحریر رقبة﴾ (المجادلہ:۵۸،آیت:۳)

ترجمہ:((تو ان پر لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا۔))(کنزالایمان)

آیت میں مؤمن یا مؤمنہ کی کوئی قید نہیں۔اورامام شافعی فرماتے ہیں:''ظہار ویمین کے کفارہ میں غیر مومن یا مومنہ کافی نہیں ہوں گے''۔مگر یہ قول کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

اسی طرح ہمارے نزدیک سفر میں جب کہ کوئی مشقت نہ ہو؛ تو روزہ رکھنا افضل ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وان تصوموا خیر لکم﴾ (البقرۃ:۲،آیت:۱۸۴)

ترجمہ:((اورروزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے۔))(کنزالایمان)

اورامام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:''روزہ نہ رکھنا افضل ہے''۔

اور یہ قول قرآن پاک کے خلاف ہے۔

اسی طرح احناف کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جائز نہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

﴿والخیل والبغال والحمیر لتر کبوھا﴾ (النحل:١٦،آیت:٨)

ترجمہ: ((اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو))(کنزالایمان)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے''۔

اور یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

□□□

امام اعظم رحمہ اللہ کا سنت نبویہ صحیحہ پر عمل

كتاب الطهارات

مسئلہ

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ جب پانی کی مقدار دوقلہ یا اس سے زائد ہو اور اس میں نجاست گر جائے؛ تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا، حدیث شریف میں ہے:

((إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث))

ترجمہ: ((جب پانی دوقلہ پہنچ جائے؛ تو نجس نہیں ہوتا۔))

(سنن أبی داؤد، عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما، كتاب الطهارة، باب ماينجس الماء، ج١ص١٧، رقم:٦٣)

یہ حدیث صحیحین میں نہیں ہے، لیکن احناف کے موقف کی دلیل صحیحین میں موجود ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لايبولن أحدكم فی الماء الدائم ثم يتوضأ منه))

ترجمہ: ((تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اور پھر اسی سے وضو کرے۔))

(صحيح البخاری، عن أبی هريرة رضی الله عنه، كتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم، ج١ص٥٧، رقم:٢٣٩، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب النهی عن البول فی الماء الراكد، ج١ص٢٣٥، رقم:٢٨٢، ان دونوں کتابوں میں ((يغتسل)) ہی کا لفظ وارد ہے، مجھے ان میں ((يتوضا منه)) کا لفظ نہیں ملا، البتہ لفظ سنن الترمذی میں موجود ہے)

اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

((ثم يغتسل منه))

ترجمہ: ((پھر اسی سے غسل کرے۔))

مسئلہ

احناف کے نزدیک جب پانی کسی پاک چیز سے مل کر اس طور پر بدل جائے کہ اس کے اطلاق کو زائل کر دے؛ تو بھی اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، مگر بعض دیگر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں، ان کی دلیل ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت ہے: ''آپ نے اس پانی سے وضو کرنے کو ناپسند سمجھا جس میں روٹی گل گئی ہو۔'' اور احناف کی دلیل ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث ہے، آپ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی وفات پا گئیں؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((اغسلنها بسدر واجعلن في الأخيرة كافورا))

ترجمہ: ((اس کو بیر کی پتی سے غسل دو اور آخر میں جس پانی سے دھلو اس میں کافور ڈال دو!))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر، ج۲ ص۷۳، رقم:۱۲۵۳، صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميت، ج۲ ص۶۴۶، رقم:۹۳۹)

مسئلہ

احناف کے نزدیک مرد کے لیے عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

اس حکم کی مخالفت کرنے والے کی دلیل اس باب میں ضعیف احادیث ہیں، ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیحین میں نہیں ہے، اور احناف کی دلیل ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی

عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے، وہ کہتی ہیں: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی تھے؛ اس لیے میں نے لگن سے غسل کیا، اور اس میں کچھ پانی بچا رہ گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تا کہ اس لگن سے غسل کریں؛ تو میں نے عرض کیا: میں نے اس لگن سے غسل کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الماء ليس عليه جنابة أو لا ينجسه شيء))

ترجمہ: ((پانی پر جنابت نہیں ہوتی یا اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔))

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(مسند احمد، ج ۴۴ص ۳۸۶، رقم: ۲۶۸۰۲، سنن الترمذی میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی)

مسئلہ

احناف کے نزدیک اگر پانی میں کوئی ایسا جانور مر جائے جس میں بہنے والا خون نہیں ہے؛ تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نجس ہو جائے گا، مگر اس مسئلہ کے متعلق ان کے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كله ثم ليطرحه فإن في أحد جناحيه شفاء وفي الآخر داء))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی پڑ جائے؛ تو پوری مکھی کو ڈبو دو، پھر اسے پھینک دو؛ کیوں کہ اس کے ایک پنکھ میں شفا اور دوسرے پنکھ میں بیماری ہے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(مجھے صحیح مسلم میں یہ حدیث نہیں ملی)

ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اسے ڈبو دو؛ تو وہ مر جاتی ہے، اگر کھانا ناپاک

ہو جاتا؛ تو صرف اُکالنے کا حکم نہیں بلکہ کھانا پھینکنے کا حکم دیا جاتا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه ثم لينزعه فإن في أحد جناحيه داء وفي الآخر شفاء))

ترجمہ: ((جب تم میں کسی کے برتن میں مکھی گر جائے؛ تو اس کو ڈبو دو، پھر اسے پھینک دو؛ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا ہے۔))

(صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم، ج ۴ ص ۱۳۰، رقم: ۳۳۲۰)

مسئلہ

مردار کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: دباغت سے پاک نہیں ہوتی، ان کی دلیل اس باب میں ضعیف حدیثیں ہیں، اور احناف کی دلیل دو حدیثیں ہیں:

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((أيما إهاب دبغ فقد طهر))

ترجمہ: ((ہر وہ چمڑا جس کو دباغت دی گئی، وہ پاک ہو گیا۔))

(سنن الترمذي، باب ماجاء في جلود الميتة إذا دبغت، ج ۴ ص ۲۲۱، رقم: ۱۷۲۸)

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے؛ تو فرمایا:

((ألا استمتعتم بجلدها)) قالوا: يا رسول الله إنها ميتة، قال: ((إنما حرم أكلها))

ترجمہ: ((کیا تم لوگ اس کی جلد سے نفع حاصل نہیں کرتے)) لوگوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! وہ تو مردہ ہے؛ تو حضورﷺ نے فرمایا: ((صرف اس کا کھانا حرام ہے۔))

امام بخاری اورامام مسلم نے اس حدیث کی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب جلود المیتة قبل أن تدبغ، ج۳ص۸۱،رقم:۲۲۲۱،
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب طهارة جلود المیتته بالدباغ، ج۱ص۲۷۶،رقم:۳۶۳)

مسئلہ

مردار کا بال، اس کی ہڈی اور اس کی سینگ پاک ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’نجس ہے‘‘۔ ان کی دلیل اس کے بارے میں ضعیف حدیثیں ہیں، اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

((إنما حرّم أکلها))

مسئلہ

احناف کے نزدیک آدمی اور ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کی منی جبکہ گیلی ہو نجس ہے اور اگر سوکھی ہو؛ تو پاکی کے لیے کھرچ دینا کافی ہے۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں: ’’منی سوکھی ہو یا گیلی ہر حال میں پاک ہے‘‘۔ اس باب میں ان کی دلیل ضعیف حدیثیں البتہ دو حدیثیں صحیح بھی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

((کنت أفرك المنی من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم یذهب فیصلی فیه))

ترجمہ: ((میں رسول اللہﷺ کے کپڑے سے منی کو رگڑ کر چھڑا دیتی تھی، پھر حضور ﷺ اسی کپڑے میں جا کر نماز ادا فرماتے۔))

امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم المنی، ج۱ص۲۳۸، رقم:۲۸۸)

مگر اس حدیث میں ان کے لیے حجت نہیں؛ کیونکہ احناف سوکھی منی کو کھرچنے سے پاکی حاصل ہونے کے قائل ہیں، کلام تو گیلی منی کے متعلق ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک شخص بطور مہمان تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو سونے کے لیے ایک چھوٹا لحاف دیا، اتفاق سے ان کو احتلام ہوگیا، احتلام کے اثر کے ساتھ لحاف بھیجنے میں حیا مانع ہوئی؛ تو مہمان نے لحاف کو پانی میں ڈبو دیا، پھر واپس بھیجا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((لم أفسد علينا ثوبنا؟ إنما كان يكفيه أن يفركه بأصابعه وربما فركته من ثوب رسول الله صلى اله عليه وسلم بأصابعي))

ترجمہ: ((اس نے ہمارے لحاف کو خراب کیوں کر دیا! اسے انگلیوں سے رگڑ کر چھڑا دینا ہی کافی ہوتا، میں تو کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اپنی انگلیوں سے منی کو رگڑ کر چھڑا دیتی تھی۔))

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب في المنى يصيب الصوب، ج۱ص ۱۹۸، رقم:۱۱۶)

مخالف کے لیے اس حدیث میں بھی دلیل نہیں ہے؛ کیونکہ رگڑنے کا حکم سوکھی منی کے لیے ہے اور احناف بھی اس کے قائل ہیں، بالفرض اگر ان دونوں حدیث میں دلیل مان بھی لی جائے؛ تو یہ دونوں حدیثیں اس حدیث کے مدمقابل نہیں ہوسکتیں جو صحیحین میں ہے، اور وہ یہ حدیث ہے جس کو سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی، وہ فرماتی ہیں:

((إنها كانت تغسل المنى من ثوب رسول الله صلى الله عليه و سلم فيخرج يصلى وأنا أنظر إلى البقع فى ثوبه من أثر الغسل))

ترجمہ: ((وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھلتی تھیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے نکلتے اور میں ان کے کپڑے میں دھونے کے اثر کو دیکھتی۔))

(صحيح البخاری، كتاب الوضوء، باب إذا غسل الجنابة أو غيرها فلم يذهب أثره، ج۱ ص۵۶، صحیح مسلم، كتاب الطهارة، باب حكم المنى، ج۱ص ۲۳۹، رقم: ۲۸۹)

مسئلہ

پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز نہیں، امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا: صحرا میں ایسے وقت استقبال قبلہ جائز نہیں ہے، اور گھر وغیرہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں: اصح یہ ہے کہ گھر میں استقبال قبلہ جائز ہے، ان دونوں کی دلیل حضور ﷺ کا وہ عمل ہے جس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

((رقيت يوما على بيت حفصة فرأيت النبى صلى الله عليه و سلم على حاجته مستدير الشام، مستقبل القبلة))

ترجمہ: ((میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا؛ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو شام کی طرف پیٹھ اور قبلہ کی طرف رخ کر کے قضاے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔))

امام مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة، ج ۱ ص ۲۲۵، رقم: ۲۶۶)

اور احناف کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا جلس أحدكم على حاجته فلا يستقبل القبلة و لا يستدبرها))

ترجمہ: ((جب تم میں کا کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے بیٹھے؛ تو قبلہ کی طرف نہ رخ اور نہ ہی پیٹھ کرے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة، ج ۱ ص ۲۲۴، رقم: ۲۶۵)

اسی طرح ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، آپ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول و لكن شرقوا أو غربوا))

ترجمہ: ((پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو!))

اس حدیث کی امام مسلم اور امام بخاری رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب لاتستقبل القبلة بغائط أو بول، ج۱ص۴۱، رقم:۱۴۴، صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة، ج۱ص۲۲۴، رقم:۲۶۴)

اور جس بات کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اس میں مخالف کے لیے کوئی دلیل نہیں؛ کیوں کہ اس حدیث میں اس بات کا احتمال ہے کہ حضور صرف اسی حالت پر بیٹھے رہے ہوں اور قضاے حاجت کا ارادہ نہ فرمایا ہو، اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت ہی کے لیے بیٹھے تھے؛ تو جس حدیث کو ہم نے ذکر کیا یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔

مسئلہ

سر کا مسح ناصیہ کی مقدار واجب ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: پورے سر کا مسح واجب ہے، ان کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے:

((أن النبی صلی اللہ علیه وسلم مسح رأسه بیده فأقبل بهما و أدبر، بدأ بمقدم رأسه ثم ذهب بهما إلی قفاه ثم ردهما إلی المكان الذی بدأ منه))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، دونوں ہاتھوں کو آگے اور پیچھے لے گئے، اپنے سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا، پھر دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو اسی جگہ واپس لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنه، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله، ج۱ص۴۸، رقم:۱۸۵، صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فی وضوء النبی صلی اللہ علیه وسلم، ج۱ص۲۱۱، رقم:۲۳۵)

اور ہماری دلیل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ نے فرمایا:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی ناصیتہ، و مسح علی الخفین، العمامة))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے سر کا ناصیہ کی مقدار، خفین اور عمامہ کا مسح کیا۔))

اس حدیث کی بھی امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(مجھے صحیح البخاری میں یہ حدیث نہیں ملی۔

صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب المسح علی الناصیة، ج۱ص ۲۳۰، رقم: ۲۷۴)

لہٰذا جس حدیث سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا اس کو استحباب پر اور جس کو ہم نے بہ طور استدلال ذکر کیا ہے اس کو وجوب پر محمول کیا جائے گا تاکہ دونوں حدیث کے درمیان موافقت ہو جائے۔

مسئلہ

سر کے مسح کی تکرار مستحب نہیں ہے، امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا: ''مسح کی تکرار مستحب ہے''۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ثلاثا ثلاثا))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین مرتبہ وضو فرمایا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اس باب میں احسن واصح حدیث ہے۔

(سنن الترمذی، عن علی رضی اللہ عنہ، باب ما جاء فی الوضوء ثلاثا ثلاثا، ج۱ص ۶۳، رقم: ۴۴)

لیکن اس میں ان کے موقف کی دلیل نہیں؛ کیوں کہ اس میں مسح کا ذکر نہیں ہے۔

اور صحیح میں ہے: عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین تین مرتبہ وضو کرنے کو بیان کیا، پھر فرمایا:

((ومسح برأسہ))

ترجمہ: ((اوراپنے سر کا مسح کیا۔))

اور تعداد کا ذکر نہیں کیا۔

پھر فرمایا:

((وغسل رجليه ثلاثا))

ترجمہ: ((اوراپنے پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔))(مسند احمد بن حنبل، ج ۱ص ۵۵۸، رقم: ۵۵۴)

اوراسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:

((ومسح برأسه مرة))

اورامام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء أن مسح الرأس مرة، ج ۱ص ۴۹، رقم: ۳۴)

مسئلہ

عمامہ اور دوپٹہ پر مسح جائز نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: جائز ہے، ان کی دلیل روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((أن النبی صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح بناصيته ومسح على العمامة))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا؛ تو سر پر ناصیہ کی مقدار اور عمامہ پر مسح کیا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیح کی ہے۔

(مجھے صحیح البخاری میں یہ حدیث نہیں ملی۔

صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب المسح على الناصية، ج ۱ص ۲۳۰، رقم: ۲۷۴)

اس حدیث میں ان کے لیے عمامہ اور دوپٹہ پر جواز مسح کی دلیل نہیں ہے؛ کیوں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناصیہ کی مقدار سر کا مسح کرلیا؛ تو اب عمامہ پر مسح اور عدم مسح دونوں برابر ہے۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک موٹے موزے پر مسح جائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں: ''جائز نہیں ہے''۔احناف کی دلیل مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على ناصيته والنعلين))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے سر کا ناصیہ کی مقدار اور نعلین کا مسح کیا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه، باب في المسح على الجوربين و النعلين، ج۱ص۱۶۷،رقم:۹۹)

مسئلہ

حائضہ عورت سے صرف ازار کے اوپری حصہ سے استمتاع حلال ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک فرج کے علاوہ ہر جگہ سے استمتاع حلال ہے، ان کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: عورتیں جب حائضہ ہوتیں؛ تو یہود نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ ہی ان سے مجامعت کرتے؛ اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا؛ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿و يسالونك عن المحيض قل هو أذى فاعتزلوا النساء﴾ الآية۔

(البقرة:۲/آیت:۲۲۲)

ترجمہ: ((اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں۔))(کنز الایمان)

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ((اصنعوا كل شيء إلا النكاح))

ترجمہ: ((مجامعت کے علاوہ ہر چیز کرو!))

امام مسلم اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، باب اصنعوا کل شیء إلا النکاح، ج۱ص۲۴۶، رقم:۳۰۲)

اور احناف کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یباشر نسائہ فوق الإزار وھن حیض))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ اپنی حائضہ عورتوں سے ازار کے اوپری حصہ سے مباشرت فرماتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، ج۱ص۶۷، رقم:۳۰۲، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض فوق الإزار، ج۱ص۲۴۲، رقم:۲۹۳)

□□□

کتاب الصلاۃ

مسئلہ

نماز مغرب کے دو اوقات اول و آخر ہیں، اور امام مالک و امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہی وقت ہے، اس باب میں ان کے دلائل ضعیف حدیثیں ہیں، اس باب میں بھی احناف کے دلائل صحیح حدیثیں ہیں، اس میں سے بعض یہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إن للصلاة أولا و آخرا))

ترجمہ: ((نماز کے لیے اول و آخر ہے۔))

اور اوقات کا شمار کرایا......حدیث۔

(مسند أحمد، عن أبی هريرة رضی الله عنه، ج ۱۲ ص ۹۴، رقم: ۷۱۷۲)

اسی طرح مروی ہے: ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا:

((أقم معنا))

ترجمہ: ((ہمارے ساتھ ٹھہرے رہو!))

پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پہلے دن سورج غروب ہونے کے وقت اقامت کا حکم دیا، اور دوسرے دن شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرنے کا حکم دیا، پھر انہیں اسی طرح عشا کی نماز کا حکم دیا.....حدیث، پھر فرمایا:

((أين السائل عن مواقيت الصلاة، الصلاة بين هذين))

ترجمہ: ((وہ سائل کہاں گیا جو نماز کے وقت کے بارے میں پوچھ رہا تھا، نماز ان

دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن بریدة رضی الله عنه، باب ما جاء فی مواقیت الصلاة، ج۱ص۲۸۶، رقم:۱۵۴)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

((الوقت بین هذین))

ترجمہ: ((نماز انہیں دو وقتوں کے درمیان ہے))

(صحیح مسلم، عن أبی موسی رضی الله عنه، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس، ج۱ص۴۲۹، رقم:۶۱۴)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

((أن النبی صلی الله علیه وسلم صلی کل صلاة فی وقتین))

ترجمہ: ((نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کو دو وقتوں میں پڑھی۔))

(صحیح مسلم، عن بریدة رضی الله عنه، باب أوقات الصلوات الخمس، ج۱ص۴۲۸، رقم:۶۱۳، مجھے اس لفظ کے ساتھ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی، حوالہ باعتبار مفہوم ہے، معرفة السنن و الآثار بیهقی، عن جابر رضی الله عنه، جُماع مواقیت الصلاة، ج۲ص۱۹۸، رقم:۲۳۷۰)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إذا قدم العشاء فابدأوا به قبل أن تصلوا صلاة المغرب و لا تعجلوا))

ترجمہ: ((جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے؛ تو کھانا مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا شروع کر دو اور جلدی نہ کرو!))

امام ترمذی نے اپنی سنن اور مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم، عن أنس رضی الله عنه، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام، ج۱ص۳۹۲، رقم:۵۵۷، سنن الترمذی کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں، باب ماجاء إذا حضر العشاء و أقیمت الصلاة، ج۲ص۱۸۴، رقم:۳۵۳)

مسئلہ

احناف کے نزدیک فجر کی نماز اجالا کر کے پڑھنا افضل ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصلاۃ علیٰ وقتها))

ترجمہ: ((وقت پر نماز ادا کرنا))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد الله رضی الله عنه، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۵۲۷، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإیمان بالله تعالی أفضل الأعمال، ج۱ص۹۰، رقم: ۸۵)

لیکن اس حدیث میں ان کے لیے حجت نہیں، ہم بھی تو اسی کے موافق قول کرتے ہیں؛ کیوں کہ فجر کا وقت اسفار میں بھی ہے، نیز امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ایک دوسری حدیث کی تخریج نہیں کی، وہ یہ ہے:

((أول الوقت رضوان الله وآخره عفو الله))

ترجمہ: ((اول وقت اللہ تعالی کی خوشنودی ہے اور آخری وقت اللہ تعالی کا عفو ہے۔))

(سنن الدارقطنی، عن جریر بن عبد الله رضی الله عنه، باب النهی عن الصلاة بعد صلاة الفجر، ج۱ص۴۶۸، رقم: ۹۸۴)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ایک جماعت نے اس حدیث کو 'موضوعات' میں ذکر کیا ہے، اسی طرح دیگر احادیث جو اس باب میں روایت کی ہیں ان سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث بھی ہے، آپ فرماتی ہیں:

((إن نساء من المؤمنات کن یصلین مع رسول الله صلی الله

علیہ وسلم متلفعات بمروطهن ثم یرجعن إلی أهلیهن مایعرفهن أحد من الغلس))

ترجمہ: ((مومنہ عورتیں چادر لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں، پھر اپنے گھروں کو لوٹتیں اور اندھیرے کی وجہ سے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب خروج النساء إلی المساجد باللیل و الغلس، ج۱ص۱۷۳، رقم: ۸۶۷، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التکبیر الصبح فی أول وقتها، ج۱ص۴۴۵، رقم: ۶۴۵)

یہ حدیث بھی ان کے حق میں کسی طرح حجت نہیں؛ کیونکہ ہم اس وقت میں نماز کے جائز ہونے کا انکار نہیں کرتے، کلام تو افضلیت میں ہے، اور اس کے متعلق اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں، اسی طرح ایک دوسری حدیث مروی ہے:

((کان ینفتل من صلاۃ الغداۃ حین یعرف أحدنا جلیسه))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صبح کی نماز پڑھ کر پلٹتے جب ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا۔))

امام بخاری ومسلم نے اس حدیث کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن أبی برزۃ أسلمی، باب وقت العصر، ج۱ص۱۱۴، رقم: ۵۴۷، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التکبیر بالصبح فی أول وقتها، ج۱ص۴۴۷، رقم: ۶۴۷)

یہ حدیث بھی مخالف کے لیے حجت نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث تو احناف کے حق میں حجت ہے۔ اور احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أصبحوا بالصبح فإنه أعظم لأجرکم))

ترجمہ: ((صبح کی نماز اجالے میں پڑھو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے اجر عظیم کا باعث ہے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی الإسفار بالفجر، ج۱ص۲۸۹، رقم: ۱۵۴)

یہ حدیث اس باب میں صریح ہے؛ اس لیے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ

نماز وسطیٰ نماز عصر ہے، امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں: "نماز وسطیٰ نماز فجر ہے۔" ان کی دلیل روایت کردہ یہ حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حافظوا علی الصلوت و الصلاة الوسطی و صلاة العصر))

ترجمہ: ((تمام نمازوں، نماز وسطیٰ اور نماز عصر کی حفاظت کرو!))

(سنن أبی داؤد، عن عائشة رضی الله عنها، کتاب الصلاة،

باب فی وقت صلاة العصر، ج۱ص۱۱۲، رقم: ۴۱۰)

اور صحیح مسلم میں ہے:

آیت نازل ہوئی:

﴿حافظوا علی الصلوات﴾ (البقرة: ۲/آیت: ۲۳۸)

و صلاة العصر۔

ترجمہ: ((تمام نمازوں اور نماز عصر کی حفاظت کرو!))

تو ہم نے اس کو پڑھا جب تک اللہ نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا، اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطیٰ﴾ (البقرة: ۲، آیت: ۲۲۸)

ترجمہ: ((نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی))(کنز الایمان)

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب الدلیل

لمن قال الصلاة الوسطی هی صلاة العصر، ج۱ص۴۳۷، رقم: ۶۲۹)

اور احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا

ہے: مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو نماز عصر پڑھنے سے روکے رکھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((شغلونا عن الصلاة الوسطى، صلاة العصر، ملأ الله أجوافهم و قبورهم نارا))

ترجمہ: ((مشرکین نے ہمیں نماز وسطیٰ، نماز عصر سے مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔))

(صحیح مسلم، عن عبد الله رضی الله عنه، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب الدلیل لمن قال الصلاة الوسطى هی صلاة العصر، ج۱ص ۴۳۷، رقم: ۶۲۸)

اسی طرح ایک دوسری حدیث روایت کی گئی ہے، نبی کریم ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا:

((ملأ الله بیوتهم وقبورهم نارا کما شغلونا عن الصلاة الوسطى حتى غابت الشمس))

ترجمہ: ((اللہ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جیسا کہ انہوں نے ہم کو نماز وسطیٰ سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن علی رضی الله عنه، کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، ج۸ص۸۴، رقم: ۸۳۹۶، صحیح مسلم، عن علی رضی الله عنه، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب الدلیل لمن قال الصلاة الوسطى هی صلاة العصر، ج۱ ص ۴۳۷، رقم: ۶۲۷)

مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کی آیت نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی آیت ہے، ان سے اس مسئلہ کے متعلق دو روایتیں ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بسملہ ہر سورہ کی آیت ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل ضعیف احادیث ہیں جن سے حجت قائم نہیں ہو سکتی، احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ

نے فرمایا:

((قال الله تعالى: قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ماسأل وإذا قال العبد: الحمد لله رب العالمين، قال الله تعالى: حمدني عبدي))

ترجمہ: ((اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کردیا اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا اس نے سوال کیا، جب بندہ الحمد للّٰہ رب العلمین کہتا ہے: تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی.....حدیث))

اس حدیث کی تخریج میں امام مسلم رحمہ اللہ منفرد ہیں۔

(صحيح مسلم، عن أبي هريرة رضي الله عنه، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج۱ص۲۹۶، رقم: ۳۹۵)

اسی طرح امام مسلم و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت تخریج فرمائی ہے، آپ کہتے ہیں:

((صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم، وخلف أبي بكر، و عمر، وعثمان رضي الله عنهم، فكانوا لايجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم))

ترجمہ: ((نبی کریم ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، یہ لوگ بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔))

(صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب مايقول بعد التكبير، ج۱ص۱۴۹، رقم: ۷۴۳، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب حجة من قال لايجهر بالبسملة، ج۱ص۲۹۹، رقم: ۳۹۹، صحیح مسلم میں ((لايجهرون)) کے بجائے ((لا يذكرون)) ہے، صحیح البخاری میں یہ دونوں الفاظ مجھے نہیں ملے، اس میں ہے: كانوا يفتتحون بـ ﴿الحمد لله﴾)

اور ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں:

"فلم أسمع أحدا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم"

ترجمہ: "میں نے ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة، ج ۱ ص ۲۹۹، رقم: ۳۹۹)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

"فکانوا لایستفتحون القراءة ببسم الله الرحمن الرحيم۔"

ترجمہ: "وہ لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے قراءت شروع نہیں کرتے تھے۔"

(مسند احمد، عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، ج ۳۴ ص ۱۷۵، رقم: ۲۰۵۵۹)

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم کا جہر کے ساتھ پڑھنے کے متعلق جو کچھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا اس میں سے کوئی روایت صحیح نہیں ہے، اور اس کے متعلق جو صحابہ کرام سے مروی ہے، اس میں سے بعض روایت صحیح اور بعض ضعیف ہیں۔"

مسئلہ

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح ہو جاتی ہے، امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا اس باب میں اختلاف ہے، ان دونوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

((لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب))

ترجمہ: ((جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھا اس کی نماز صحیح نہیں۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحيح البخاري، عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها، ج ۱ ص ۱۵۱، رقم: ۷۵۶، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم: ۳۹۴)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں ہے:

((فهي خداج غير تمام))

ترجمہ:((تو وہ نماز ناقص ہے، تام نہیں۔))

(صحيح مسلم، عن أبي هريرة رضي الله عنه، كتاب الصلاة،
باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ا ص ۲۹۵، رقم ۳۹۴)

اور احناف کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے: نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھایا؛ تو فرمایا:

((كبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن))

ترجمہ:((تکبیر کہو، پھر جو کچھ تمہیں قرآن سے میسر ہو پڑھو!))

(صحيح البخاري، عن أبي هريرة رضي الله عنه، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها، ج ا ص ۱۵۲، رقم: ۷۵۷، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ا ص ۲۹۷، رقم: ۳۹۷)

اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ وہ قرآن پاک کے موافق ہے، اور مخالف کی حدیث کو نفی فضیلت پر محمول کیا جائے گا۔ نیز احناف اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں، وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا واجب مانتے ہیں اور واجب کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی، نماز تو فرض ترک کرنے سے فاسد ہوتی ہے اور جس کو ہم نے ذکر کیا ان کی ذکر کردہ دوسری حدیث ((فهي خداج غير تمام)) تائید کرتی ہے، حدیث کے یہ الفاظ اس باب میں صراحۃً اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہے، اور اس کے قائل احناف بھی ہیں، بہر حال جس کو ہم نے ذکر کیا اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تا کہ دونوں خبروں کے درمیان موافقت ہو جائے اور کتاب وسنت دونوں پر ایک ساتھ عمل بھی ہو جائے۔

مسئلہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد تمام تشہد میں افضل ہے، اور وہ یہ ہے:

((التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک أیها النبی ورحمة اللہ وبرکاته.....إلخ))

یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب من سمی قوما، ج۲ص۶۳، رقم:۱۲۰۲، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة، ج۱ص۳۰۱، رقم:۴۰۲)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ تشہد افضل ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

((التحیات المبارکات الصلوات للہ.....إلخ))

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔(سنن الترمذی، باب ماجاء فی التشهد، باب منه، ج۲ص۸۳، رقم:۲۹۰)

لہٰذا جس کو ہم نے ذکر کیا، اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: "باب تشہد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی حدیث جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے وہ اصح روایت ہے، صحابہ وتابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہیں۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی التشهد، باب منه، ج۲ص۸۳، رقم:۲۹۰)

مسئلہ

جب رکعت کی تعداد میں شک ہو جائے؛ تو تحری کرے، اگر اس کا کوئی ظن نہ ہو؛ تو یقین پر بنا کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ یقین پر بنا کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إذا سها أحدکم فی صلاته فلم یدر أواحدة صلی أم ثنتین فلیبن علی واحدة، وإن لم یدر ثنتین صلی أم ثلاثا فلیبن علی ثنتین، فإن لم یدر ثلاثا صلی أو أربعا فلیبن علی ثلاث ویسجد سجدتین))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کو نماز میں سہو ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ ایک رکعت پڑھی یا دو رکعت؛ تو ایک پر بنا کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دو رکعت پڑھی یا تین رکعت؛ تو دو رکعت پر بنا کرے، اور اگر معلوم نہ ہو سکے کہ تین رکعت پڑھی یا چار رکعت؛ تو تین پر بنا کرے اور سجدہ سہو کرے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، باب فیمن شک فی الزیادۃ و النقصان، ج۲ص۲۴۴، رقم:۳۹۸)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا شك أحدكم في صلاته فلم يدر كم صلى فليبن على اليقين))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کتنی رکعت پڑھی؛ تو یقین پر بنا کرے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، عن أبی سعید خدری رضی اللہ عنہ، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب السھو فی الصلاۃ، ج۱ص۴۰۰، رقم:۵۷۱)

اور احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إذا شك أحدكم في صلاته فليتحر الصواب))

ترجمہ: ((جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے؛ تو اسے تحری کرنا چاہیے کہ درست کیا ہے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عبد اللہ رضی اللہ، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، ج۱ص۸۹، رقم:۴۰۱، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب السھو فی الصلاۃ، ج۱ص۴۰۰، رقم:۵۷۲)

اور اسی پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ

ٹھیک دوپہر کے وقت نفل نماز جائز نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت بھی نفل نماز خاص کر جمعہ کے دن جائز ہے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

((كره الصلاة نصف النهار إلا يوم الجمعة))

ترجمہ: ((ٹھیک دوپہر کے وقت نماز مکروہ ہے مگر جمعہ کے دن مکروہ نہیں۔))

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث مرسل ہے۔

(سنن أبی داؤد، عن أبی قتادة رضی الله عنه، كتاب الصلاة، باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال، ج ۱ص ۲۸۴، رقم: ۱۰۸۳)

اور اس حدیث کی اسناد میں ایک روای خلیل ہیں انہوں نے ابوقتادہ سے نہیں سنا ہے، اور احناف کی دلیل نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ وہ حدیث ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، اس کی تخریج امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری میں مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، ج ۱ص ۵۶۶، رقم: ۸۳۱)

مسئلہ

احناف کے نزدیک فجر میں دعائے قنوت مسنون نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسنون ہے، اس باب میں ان کی دلیل احادیث غیر صحیحہ ہیں، اور احناف کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا بعد الركوع يدعو على أحياء من أحياء العرب ثم تركه))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک دعاے قنوت پڑھی، جس میں عرب کے قبائل پر بد دعا کی، پھر اس کو چھوڑ دیا۔))

اس حدیث کی امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ج۵ص۱۰۵، رقم: ۴۰۸۸، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة، ج۱ص۴۶۹، رقم: ۶۷۷)

لہٰذا دوسری غیر صحیح حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک دعاے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا افضل ہے، امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام احمد و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک دعاے قنوت رکوع کے بعد افضل ہے، ان کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد دعاے قنوت پڑھا۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع، ج۵ص۱۰۵، رقم: ۴۰۸۹، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة، ج۱ص۴۶۹، رقم: ۶۷۷)

اور احناف کی دلیل یہ روایت ہے: عاصم احول رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا: اسے رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھا جائے؛ تو انہوں نے فرمایا:

((قبل الركوع))

ترجمہ: ((رکوع سے پہلے پڑھی جائے۔))

تو میں نے عرض کیا: لوگوں کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھا ہے؛ تو آپ نے فرمایا:

((کذبوا))

ترجمہ: ((ان سے غلطی ہوئی۔))

امام بخاری ومسلم نے اس روایت کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ، باب دعاء الإمام علی من نکث عہدا، ج۴، ص۱۰۰، رقم: ۳۱۷۰، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ، ج۱، ص۴۶۹، رقم: ۶۷۷)

امام شافعی رحمہ اللہ نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں ایک مہینہ قنوت پڑھی، اور جو حدیث احناف کی مستدل ہے اس کو وتر میں قنوت پڑھنے پر محمول کیا جائے تا کہ دونوں خبروں کے درمیان موافقت ہو جائے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انس رضی اللہ عنہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت کردہ پہلی حدیث کا انکار کیا ہے۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز اور سفر میں ناجائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سفر اور حضر دونوں میں جمع کرنا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں جائز ہے، ان دونوں حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أراد أن یرتحل قبل أن ترتفع الشمس أخر الظہر إلی وقت العصر ثم ینزل فیجمع بینہما، وإذا زاغت الشمس قبل أن یرتحل صلی الظہر ثم رکب))

ترجمہ: ((جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج چڑھنے سے قبل سفر کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو عصر

کے وقت تک مؤخر کرتے، پھر اترتے اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے اور جب سفر کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا؛ تو ظہر کی نماز پڑھتے، پھر سوار ہوتے۔))

(صحیح البخاری، عن أنس رضی الله عنه، کتاب الجمعة،باب إذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس صلی الظهر، ج۲ص۴۷، رقم:۱۱۱۲،صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها،باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، ج۱ص۴۸۹، رقم:۷۰۴)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجمع بین صلاتین فی السفر المغرب والعشاء، والظهر، والعصر))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ سفر میں مغرب وعشا ان دونوں اور ظہر وعصر ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعة،باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء، ج۲ ص۴۶، رقم:۱۱۰۷،صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر، ج۱ص۴۹۰، رقم:۷۰۵)

مگر مخالفین کے لیے یہ دونوں حدیثیں حجت نہیں؛ کیونکہ احناف ان دونوں کے موافق قول کرتے ہیں؛ اس لیے کہ صحابیِ رسول نے فرمایا:

((حضور ﷺ ظہر کو عصر تک مؤخر فرماتے، پھر ان دونوں کو جمع کرتے۔))

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی نماز اول وقت میں پڑھتے تھے۔ اور وہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ بالاجماع صبح وظہر کی نماز کو جمع کرنا جائز نہیں، اور علت ممانعت وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور احناف کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں:

((ما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی صلاة إلا

لمیقاتها إلا صلاتین صلاة المغرب و صلاة العشاء بجمع، و صلى صلاة الفجر یومئذ قبل میقاتها))

ترجمہ: ((میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھتے دیکھا، مگر دو نمازیں مغرب وعشا کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے، اور فجر کی نماز اس دن عادت کے وقت سے پہلے پڑھتے۔))

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب زیادة التغلیس بصلاة، ج۲ص۹۳۸، رقم:۱۲۸۹)

مسئلہ

احناف کے نزدیک عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل نماز پڑھنا مسنون نہیں، امام احمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے، احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن النبي صلى الله علیه وسلم صلى یوم الفطر فلم یصل قبلها و لا بعدها))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ عید کے دن نماز پڑھی؛ تو اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔))

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی، باب لا صلاة قبل العیدین و لا بعدها، ج۲ص۴۱۷، رقم:۵۳۷)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

((خرج یوم عید فلم یصل قبلها و لا بعدها))

ترجمہ: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے؛ تو عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

(سنن الترمذی، باب لا صلاة قبل العیدین و لا بعدها، ج۲ص۴۱۷، رقم:۵۳۸)

مسئلہ

احناف کے نزدیک سورج طلوع ہوتے وقت، سورج ڈوبتے وقت اور ٹھیک دو پہر کے وقت نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، احناف کی دلیل عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهانا أن نصلي فيهن، أو نقبر فيهن موتانا))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین وقت نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا۔))

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، ج ا ص ٥٦٨، رقم: ٨٣١)

مسئلہ

احناف کے نزدیک جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے، اسی کے قائل امام احمد رحمہ اللہ بھی ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مکروہ نہیں ہے''۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((إذا رأيتم الجنازة فقوموا فمن تبعها فلا يقعد حتى توضع))

ترجمہ: ((جب تم جنازہ کو دیکھو؛ تو کھڑے ہو جاؤ، اور جو اس کے پیچھے چلے؛ تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ رکھ دیا جائے۔))

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من تبع جنازة، فلا يقعد حتى توضع، ج ٢ ص ٨٥، رقم: ١٣١٠، صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ج ٢ ص ٦٦٠، رقم: ٩٥٩)

مسئلہ

احناف کے نزدیک میت کی طرف سے صدقہ کرنا صحیح ہے، اور میت کو اس کا نفع بھی پہنچتا ہے، اسی کے قائل امام احمد رحمہ اللہ بھی ہیں، اور اسی طرح نماز وقراءت کے بارے میں بھی فرمایا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ احناف کی دلیل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اور اس وقت آپ موجود نہیں تھے؛ تو آپ نے عرض کیا:

يا رسول الله! إن أمي توفيت و أنا غائب عنها فهل ينفعها أن أتصدق عنها بشيء؟ قال: ((نعم)) قال: فإني أشهد أن حائطي المخرف صدقة عنها۔

ترجمہ: میری غیر موجودگی میں میری ماں وفات پا گئیں؛ تو کیا میرا ان کی طرف سے کچھ صدقہ کرنے سے ان کو فائدہ پہنچے گا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ہاں)) آپ نے فرمایا: میں اپنے مخرف والے باغ کو ان کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحيح البخاری، كتاب الوصايا، باب الإشهاد في الوقف والصدقة، ج۴ص۹، رقم:۲۷۶۲)

□□□

الزكاة

مسئلہ

احناف کے نزدیک چرائی کے گھوڑوں میں زکاۃ واجب ہے، اور دیگر ائمہ کرام نے فرمایا: ''گھوڑوں میں زکاۃ نہیں''۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

((عفوت لكم عن صدقة الخيل والرقيق))

ترجمہ: ((میں نے تم سے گھوڑے اور غلام کا صدقہ معاف کر دیا))

(سنن الترمذی، عن علی رضی اللہ عنہ، باب ما جاء فی زکاة الذھب و الورق، ج۳ص۷، رقم: ۶۲۰)

اور احناف کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((و رجل ربطها تغنيا وتعففا ثم لم ينس حق الله في رقابها ولا ظهورها فهي لذلك ستر))

ترجمہ: ((اور وہ شخص جس نے غنا و عفت کے طور پر گھوڑے کو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے تیار کیا، پھر اس کی گردن و پیٹھ سے متعلق اللہ تعالی کے حق کو نہیں بھولا؛ تو یہ چیزیں اس کی حالت و فقر کو چھپانے والی ہیں۔))

(صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب شر الناس و الدواب من الأنھار، ج۳ص۱۱۳، رقم: ۲۳۷۱)

ہم نے جو دلیل ذکر کی وہ اولی ہے؛ کیونکہ مخالفین کی حدیث کتب صحاح میں نہیں، اور اگر ان کی حدیث کا صحیح ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے؛ تو وہ حدیث اس بات پر محمول ہوگی کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ گھوڑے تجارت و نمو کے لیے نہ ہوں۔

الصوم

مسئلہ

احناف کے نزدیک روزہ دار اگر بھول کر کھا پی لے؛ تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے، احناف کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((من نسی فأکل أو شرب فلیتم صومه فإنما أطعمه الله و سقاه))

ترجمہ: ((جس نے بھول کر کھایا پی لیا؛ تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیونکہ اسے اللہ جل شانہ نے کھلایا پلایا۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیا، ج۳ص۳۱، رقم:۱۹۳۳، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب أکل الناسی و شربه و جماعه لایفطر، ج۲ص۸۰۹، رقم:۱۱۵۵)

مسئلہ

احناف کے نزدیک جب روزہ دار کو اپنے نفس پر قابو ہو؛ تو اس کا اپنی عورت کو بوسہ لینا مکروہ نہیں ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے، احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یقبل و هو صائم))

ترجمہ: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔))

اس حدیث کی تخریج امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحیح البخاری، عن عائشة رضی الله عنها، کتاب الصوم، باب القبلة للصائم، ج ۳ ص ۳۰، رقم: ۱۹۲۸، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة، ج ۲ ص ۷۷۷، رقم: ۱۱۰۶)

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے: ایک آدمی نے اپنی عورت کا بوسہ لیا اس حال میں کہ وہ دونوں روزہ دار تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فقد أفطرا))

ترجمہ: ((ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔)) (مسند احمد، ج ۴۵ ص ۵۹۷، رقم: ۲۷۶۲۵)

یہ روایت قابل حجت نہیں؛ کیوں کہ اس کی کوئی اصل ہی نہیں۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((أن النبی صلی الله علیه وسلم احتجم وهو صائم))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔))

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء من الرخصة فی ذلك، ج ۳ ص ۱۳۷، رقم: ۷۷۵)

اور مخالف نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أفطر الحاجم و المحجوم))

ترجمہ: ((پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔))

مگر یہ حدیث قابل استدلال نہیں؛ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔

(سنن الترمذی، باب کراهیة الحجامة للصائم، ج ۳ ص ۱۳۵، رقم: ۷۷۴)

الحج

مسئلہ

احناف کے نزدیک حج قران، حج اِفراد سے افضل ہے، دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبى بالحج والعمرة، يقول: ((لبيك عمرة وحجا))

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج وعمرہ کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، آپ کہہ رہے تھے:

((لبيك عمرة وحجا))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، باب التحمید والتسبیح التکبیر، ج۲ص۱۳۹، رقم:۱۵۵۱، صحیح مسلم، باب فی الإفراد والقران بالحج والعمرة، ج۲ص۹۰۵، رقم:۱۲۳۲)

اورامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حج اِفراد افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس کوامام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أفرد الحج))

ترجمہ: ((رسول اللہ ﷺ نے حج اِفراد کیا۔))

اس حدیث کوامام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، عن عائشة رضی الله عنها، باب بیان وجوه الإحرام، ج۲ص۸۷۵، رقم:۱۲۱۱)

اوراحناف کی دلیل متفق علیہ ہے۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک محرم کا نکاح صحیح ہوتا ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک محرم کا عقد صحیح نہیں، احناف کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح ميمونة وهو محرم))

ترجمہ: ((حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الحج، باب تزويج المحرم، ج ۳ ص ۱۵، رقم: ۱۸۳۷، صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم نكاح المحرم، و كراهة خطبته، ج ۲ ص ۱۰۳۲، رقم: ۱۴۱۰)

اور امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

((لاينكح المحرم و لا يخطب))

ترجمہ: ((محرم نہ تو نکاح کرے اور نہ ہی نکاح کا پیغام دے۔))

امام مسلم رحمہ اللہ کی اس حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم نكاح المحرم، و كراهة خطبته، ج ۲ ص ۱۰۳۱، رقم: ۱۴۰۹)

□□□

الشفعة

مسئلہ

احناف کے نزدیک پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہیں۔ احناف کی دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے:

((الجار أحق بصقبه))

ترجمہ: ((پڑوسی رواداری (شفعہ) کا زیادہ حق دار ہے۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، عن أبی رافع رضی الله عنه، کتاب الحيل، باب فی الهبة والشفعة، ج۹ ص۲۷، رقم: ۶۹۷۷، مجھے یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں ملی)

اور ان کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((الشفعة فيما لم يقسم))

ترجمہ: ((شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ کی جائے۔))

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحيح البخاری، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما، کتاب الشفعة، باب الشفعة فيما لايقسم، ج۳ ص۸۷، رقم: ۲۲۵۷)

احناف کی حدیث اولیٰ ہے؛ کیوں کہ وہ متفق علیہ ہے۔

□□□

الإجارة

مسئلہ

احناف کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حجامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجم وأعطى الحجام أجرة))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور حجام کو اجرت دی۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، عن ابن عباس رضی الله عنهما، كتاب الإجارة، باب خراج الحجام، ج ۳ ص ۹۳، رقم: ۲۲۷۹، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب حل أجرة الحجامة، ج ۳ ص ۱۲۰۵، رقم: ۱۲۰۲)

اور اس باب میں امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں۔

□□□

النکاح

مسئلہ

احناف کے نزدیک نکاح کرنا نفل عبادات سے افضل ہے، احناف کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((لكن أصوم، وأفطر، وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني))

ترجمہ: ((لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں؛ لہٰذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔))

(صحيح البخاري، عن أنس رضي الله عنه، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ج ۷ ص ۲، رقم: ۵۰۶۳)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نفل عبادات افضل ہے، اس باب میں ان کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک نکاح بغیر ولی کے صحیح ہو جاتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا، احناف کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن في نفسها و إذنها صماتها))

ترجمہ: ((ثیبہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے، اور باکرہ عورت

سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے گی، اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔))

(صحیح مسلم، عن ابن عباس رضی الله عنهما، كتاب النكاح، باب استئذان الثيب فى النكاح بالنطق، ج۲ص ۱۰۳۷، رقم ۱۴۲۱)

اسی طرح خنسا بنت حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ان کے والد نے ان کی شادی کردی، انہیں یہ شادی ناپسند تھی، اور وہ ثیبہ تھیں:

((فرد النبى صلى الله عليه وسلم نكاحها))

ترجمہ: ((تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح رد کردیا۔))

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب لايجوز نكاح المكره، ج۹ص۲۰، رقم ۶۹۴۵)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل اس باب میں ضعیف احادیث ہیں۔

مسئلہ

لفظ ہبہ، تملیک اور جو اس کے ہم معنیٰ الفاظ ہیں ان سے نکاح صحیح ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف نکاح وتزویج کے لفظ سے نکاح جائز ہے، دوسرے الفاظ سے جائز نہیں۔ احناف کی دلیل یہ ہے:

أن امرأة جاء ت إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقالت: يارسول الله! جئت أهب لك نفسى، فنظر إليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصعد النظر وصوبه ثم طاطأ رأسه.

ترجمہ: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، نظر کو بلند کیا، اور نظر کو جھکالیا، پھر اپنے سر کو نیچا کرلیا.....حدیث

اس حدیث کے آخر میں فرمایا:

((قد ملكتها بما معك من القرآن))

ترجمہ: ((جو کچھ تمہیں قرآن یاد ہے، میں نے اس کے بدلے میں اس عورت کو تمہاری ملکیت میں دیا۔))

یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب تزويج المعسر، ج۷ص۶، رقم: ۵۰۸۷، صحیح مسلم، كتاب النكاح، باب الصداق، وكونه تعليم قرآن، ج۲ص۱۰۴۰، رقم: ۱۴۲۵)

مسئلہ

احناف کے نزدیک جب ولی ان لوگوں میں سے ہو جس کو نکاح کرانے کا حق ہے، تو اس کے لیے عقد کے دونوں طرف کا ولی بننا جائز ہے، جیسے چچا کا لڑکا و معتق۔ احناف کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أعتق صفية بنت حيي وجعل عتقها صداقها))

ترجمہ: ((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر بنایا۔))

یہ حدیث صحیحین کی ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها، ج۷ص۶، رقم: ۵۰۸۶، صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته، ثم يتزوجها، ج۲ص۱۰۴۵، رقم: ۱۳۶۵)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے دونوں طرف سے ولی بننا جائز نہیں۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک جب کسی عورت کی شادی ہوئی اور اس کا مہر متعین نہیں کیا گیا، تو اس کے لیے مہر مثل ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں نکاح ہی صحیح نہیں

ہوگا"۔احناف کی دلیل علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کردہ واقعہ ہے: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کسی مرد نے شادی کی پھر وہ مر گیا، اس کا مہر مقرر نہیں تھا اور اس شخص نے اس عورت سے دخول بھی نہیں کیا تھا؛ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أری لها مثل صداق نسائها ولها الميراث وعليها العدة فشهد معقل بن سنان النخعي أن النبي صلى الله عليه وسلم: ((قضى في بِرْوع بنت واشق بمثل ماقضى))

ترجمہ: میں اس کے لیے مہر مثل کا حکم دیتا ہوں، اس کے لیے میراث اور اس پر عدت بھی ہے، اس پر معقل بن سنسان نخعی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت، ج۳ص۴۴۲، رقم:۱۱۴۵)

مسئلہ

احناف کے نزدیک جب مرد نے ایک عورت کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کی؛ تو باری میں دونوں برابر کی شریک ہیں اور دوسری کو باری میں کچھ بھی فضیلت نہیں دی جائے گی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "باکرہ کے لیے سات دن کی باری مقرر کر کے فضیلت دی جائے گی اور ثیبہ کی تین دن ہوگی"۔احناف کی دلیل ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی؛ تو ان کے پاس تین دن رہے اور فرمایا:

((إنه ليس بك على أهلك هوان، فإن شئت سبعت لك، وإن سبعت لك سبعت لنسائي))

ترجمہ: ((تمہاری وجہ سے تمہارے قبیلہ کو حقارت لاحق نہ ہوگی، اگر چاہو؛ تو تمہارے باری سات دن مقرر کردوں، اگر تمہارے لیے سات دن مقرر کروں گا تو اپنی دوسری بیویوں کے لیے بھی سات دن مقرر کروں گا۔))

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب قدر ما تستحقه البکر، والثیب من، ج۲ص۱۰۸۳، رقم: ۱۴۶۰)

اور مخالف کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

آپ نے فرمایا: اگر میں چاہوں؛ تو کہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لیکن انہوں نے فرمایا:

((السنة إذا تزوج الرجل البکر علی امرأته أقام عندها سبعاً، وإذا تزوج الثیب أقام عندها ثلاثاً))

ترجمہ: ((سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کے ہوتے ہوئے باکرہ سے شادی کرے؛ تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب ثیبہ سے شادی کرے؛ تو اس کے پاس تین دن رہے۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی القسمة للبکر و الثیب، ج۳ص۴۳۷، رقم: ۱۱۳۹)

اور جس حدیث کو ہم نے ذکر کیا وہ دو وجہوں سے بہتر ہے:

(۱) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

(۲) جس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے وہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث سے زیادہ قوی ہے۔

□□□

الطلاق

مسئلہ

احناف کے نزدیک ایک طہر میں تین طلاق دینا بدعت وحرام ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مباح ہے۔ احناف کی دلیل یہ روایت ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم إن شاء أمسك بعد و إن شاء طلق قبل أن يمس فتلك العدة التي أمر الله أن يطلق لها النساء))

ترجمہ: ((اس کو حکم دو کہ وہ رجعت کرے، پھر اس کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے، پھر پاک ہو جائے، پھر اگر چاہے؛ تو اس کے بعد روکے رکھے اور اگر چاہے؛ تو وطی سے پہلے طلاق دیدے، یہ وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ تعالی نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا۔))

(صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها، ج۲ص۱۰۹۳، رقم:۱۴۷۱)

اللعان

مسئلہ

احناف کے نزدیک لعان کرنے والے دونوں افراد کے درمیان فرقت حاکم کی تفریق کے بعد ہی واقع ہوگی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف شوہر کے لعان سے فرقت واقع ہو جائے گی۔ احناف کی دلیل یہ روایت ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، أنه سئل عن المتلاعنین أ یفرق بینهما، فقال: نعم: ((لأن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرق بینهما بعد أن تلاعنا))

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا: کیا ان دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں؛ ((کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے بعد ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب إحلاف الملاعن، ج ۷ ص ۵۳، رقم: ۵۳۰۶، صحیح مسلم، کتاب اللعان، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها، ج ۲ ص ۱۱۳۰، رقم: ۱۴۹۳)

اگر یہ کہا جائے کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا سبیل لك علیها))

ترجمہ: ((تمہارے لیے عورت پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔))

اس حدیث کا جواب یہ ہے: انہوں نے سمجھا کہ انہیں مہر کے مطالبہ کا حق ہے، اور اس کی وضاحت حدیث کی تمامیت میں ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا مال؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لامال لك إن كنت صدقت عليها فهو بما استحللت من فرجها، وإن كنت كذبت فذاك أبعد وأبعد لك منها))

ترجمہ: ((تمہارے لیے کوئی مال نہیں، اگر تو نے اس عورت کے خلاف سچ بولا؛ تو وہ مال فرج حلال کرنے کا بدلہ ہے، اور اگر تم نے اس عورت کے خلاف جھوٹ کہا؛ تو مال کا لوٹانا بدرجہ اولیٰ بعید تر ہے۔))

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب المتعة للتی لم یفرض لها، ج۷ص۶۲، رقم:۵۳۵۰، صحیح مسلم، کتاب اللعان، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها، ج۲ص۱۱۳۱، رقم:۱۴۹۳)

□□□

القصاص

مسئلہ

دانت توڑنے میں بھی قصاص جاری ہوتا ہے جیسا کہ اس کے الکھیڑنے میں جاری ہوتا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دانت توڑنے میں قصاص جاری نہیں ہوتا۔

احناف کی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے:

أن الربيع بنت النضر عمته لطمت جارية فكسر سنها فعرضوا عليهم الأرش فأبوا، فطلبوا العفو فأبوا فأتوا النبي صلى الله عليه و سلم: ((فأمرهم بالقصاص))

ترجمہ: ربیع بن نضر کی پھوپھی نے اپنی لونڈی کو طمانچہ مارا جس کی وجہ سے اس کا دانت ٹوٹ گیا، لوگوں نے اس پر قصاص مقرر کیا؛ تو سب نے انکار کر دیا، لوگوں نے معافی طلب کی اس پر بھی ان سب نے انکار کر دیا؛ تو سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قصاص کا حکم دیا..... حدیث))

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب السن بالسن، ج۹ص۸، رقم:۶۸۹۴)

□□□

القسامة

مسئلہ

احناف کے نزدیک حلف کھلانے میں مدعی علیہ کو قسم کھلائی جائے گی۔اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی کو قسم کھلائی جائے گی۔احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تأتون بالبينة على من قتله)) قالوا ما لنا بينة، قال: ((فيحلفون)) قالوا: لانرضى بأيمان اليهود فكره رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبطل دمه فوداه بمائة من إبل الصدقة۔

ترجمہ: جس نے قتل کیا ہے اس کے خلاف دلیل لے کر آؤ،لوگوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے،حضور ﷺ نے فرمایا: ((پھر وہ لوگ قسم کھالیں)) ان لوگوں نے کہا: ہم یہود کی قسم سے راضی نہیں؛ پس رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار گزرا کہ اس کا خون بے کار چلا جائے؛ اس لیے حضور ﷺ نے اس کو سو اونٹ صدقہ کی دیت عنایت فرمائی۔

امام بخاری ومسلم نے اس حدیث کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے۔

(صحيح البخاری،عن سهل بن أبی حثمة رضی الله عنه، كتاب الديات،باب القسامة، ج۹ص۹،رقم:۶۸۹۸،صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين،باب القسامة،ج۳ ص۱۲۹۱،رقم:۱۶۶۹)

اور صحیحین میں ہی ہے: ((مدعی کو قسم کھانے کے لیے کہا۔))

(صحیح البخاری، عن عنبسة بن سعید رضی اللہ عنہ، کتاب الدیات، باب القسامة، ج۹ص۹، رقم: ۶۸۹۹، صحیح مسلم، عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، کتاب القسامة و المحاربین، باب القسامة، ج۳ص۱۲۹۲، رقم: ۱۶۶۹)

اور جو ہم نے ذکر کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے زیادہ بہتر ہے:

((البينة على المدعى و اليمين على من أنكر))

ترجمہ: ((بینہ مدعی پر ہے اور قسم اس پر جس نے انکار کیا۔))

(سنن الترمذی، عن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، باب ماجاء فی أن البینة علی المدعی، ج۳ص۶۱۸، رقم: ۱۳۴۱)

□□□

الحدود

مسئلہ

احناف کے نزدیک زنا کی حد چار مرتبہ اقرار کرنے سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ احناف کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، انہوں نے کہا:

جاء ماعز الأسلمي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: إنه قد زنى: ((فأعرض عنه)) ثم جاء من شقه الآخر، فقال: يارسول الله! إنه قد زنى: ((فأمر به في الرابعة فرجم))

ترجمہ: ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: انہوں نے زنا کیا ہے ((حضور ﷺ نے منہ پھیر لیا)) پھر وہ حضور ﷺ کے پاس دوسری جانب سے آئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زنا صادر ہو گا ((پس چوتھی مرتبہ حضور ﷺ نے حکم دیا تو رجم کیا گیا۔))

(سنن الترمذی، عن أبی هريرة رضی الله عنه، باب ما جاء في درء الحد عن المعترف، ج۴ص۳۶، رقم: ۱۴۲۸)

اور صحیحین میں ہے:

فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاه النبي صلى الله عليه و سلم، و قال: ((أبك جنون؟)) قال: لا يا رسول الله، قال: ((أحصنت؟)) قال: نعم يا رسول الله، قال: ((اذهبوا به فارجموه))

ترجمہ: جب انہوں نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے لی؛ تو حضور ﷺ نے ان کو

بلایا اور فرمایا: ((کیا تجھے جنون ہے؟)) انہوں نے کہا: نہیں، یا رسول اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ((کیا تم شادی شدہ ہو)) انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اس کو لے جاؤ اور رجم کرو!))

(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب لا یرجم المجنون والمجنونة، ج۸ص۱۶۵، رقم: ۶۸۱۵، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ج۳ص۱۳۱۸، رقم: ۱۶۹۱)

مسئلہ

احناف کے نزدیک شراب کی حد اسی کوڑے ہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چالیس کوڑے ہیں، احناف کی دلیل یہ روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ لیا؛ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أخف الحدود ثمانون))

ترجمہ: ((سب سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں۔))

تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم، عن أنس رضی الله عنه، کتاب الحدود، باب حد الخمر، ج۳ص۱۳۰۰، رقم: ۱۷۰۶)

یہ حدیث صحیح ہے، اگر کہا جائے:

((أن النبی صلی الله علیه وسلم جلد نحوا من أربعین))

ترجمہ: ((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے ہیں۔))

(صحیح مسلم، عن أنس رضی الله عنه، کتاب الحدود، باب حد الخمر، ج۳ص۱۳۰۰، رقم: ۱۷۰۶)

ہم کہیں گے: یہ کسی کے لیے بطور تعزیر تھا؛ کیوں کہ اگر حد ہوتی؛ تو یہ حضرات چالیس سے تجاوز نہ کرتے۔

السیر

مسئلہ

شیخ فانی، راہب، اندھے اور عورت قتل نہیں کیے جائیں گے، البتہ اگر لڑائی کے معاملہ میں ان کی کوئی رائے ہو؛ تو قتل کیے جائیں گے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ ہے کہ قتل کیے جائیں گے۔ احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو مقتول پایا؛ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کو ناپسند کیا:

((و نهى عن قتل النساء و الصبيان))

ترجمہ: ((اور عورتوں و بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔))

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی النهی عن قتل النساء و الصبیان، ج۴ص۱۳۶، رقم:۱۵۶۹)

الصید

مسئلہ

احناف کے نزدیک اگر کتا شکار میں سے کچھ کھالے؛ تو اس شکار کو کھایا نہیں جائے گا۔ یہ حکم امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام مالک کے قول کے خلاف ہے۔ احناف کی دلیل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے، آپ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؛ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكله، و إذا أكل فلا تأكل فإنما أمسك على نفسه))

ترجمہ: ((جب تم اپنے سکھائے ہوئے کتے کو بھیجو اور وہ شکار کو قتل کردے؛ تو تم شکار کو کھالو، اور جب کتا اس میں سے کھالے؛ تو تم اس کو نہ کھاؤ؛ اس لیے کہ اس نے اس کو اپنے لیے پکڑا ہے۔))

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الذبائح و الصيد، باب صيد المعراض، ج۷ص۸۶، رقم:۵۴۷۶،صحيح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة، ج۳ ص۱۵۲۹، رقم:۱۹۲۹)

□□□

محدث سبط ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'الانتصار و الترجیح' کی یہ آخری بات ہے جس کو میں نے یہاں پیش کرنے کا ارادہ کیا، میں نے ہر باب سے سارے مسائل کا احاطہ نہیں کیا ہے، بلکہ صرف ہر باب سے بس گنے چنے مسائل ہی ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے؛ کیوں کہ مقصود ہی اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہے تا کہ قاری کے لیے طویل بحث کی وجہ سے ملال اور بار خاطر کا سبب نہ بنے، کتاب بحمد اللہ وعونہ تمام ہوئی، و الحمد للہ أولا و آخرا۔

ترجمہ تمام شد

19/12/2015

۱۰ ربج کر ۶ منٹ

□□□

فہرست مصادر

(۱) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ابوعمر یوسف بن عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (ت ۴۶۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی علیہ الرحمہ (ت ۲۷۵ھ) تحقیق: محمد محی الدین، ناشر: المکتبۃ العصریہ، بیروت، اجزا: ۴

(۳) سنن ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (ت ۲۷۳ھ) تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، ناشر: دار احیاء الکتب العربیہ، اجزا: ۲

(۴) سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ (ت ۲۷۹ھ) تحقیق: احمد محمد شاکر وغیرہ، ناشر: مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، اجزا: ۵

(۵) سنن الدارقطنی، علی بن عمر بغدادی علیہ الرحمہ (ت ۳۵۸ھ) تحقیق: شعیب ارنؤط وغیرہ، ناشر: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت: ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۴، اجزا: ۵

(۶) صحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ (ت ۲۵۶ھ) تحقیق: محمد زہیر، ناشر: دار طوق النجاۃ، بیروت، لبنان، سن طباعت: ۱۴۲۲ھ، اجزا: ۹

(۷) صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج قشیری علیہ الرحمہ (ت ۲۶۱ھ) تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، اجزا: ۵

(۸) مسند احمد بن حنبل، امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ (ت ۲۴۱ھ) تحقیق: شعیب الارنؤط وغیرہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت: ۱۴۲۱ھ

(۹) **مسند أبی حنیفة**، ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ (ت ۴۳۰ھ) تحقیق: نظر محمد، ناشر: مکتبۃ الکوثر، الریاض، اجزا: ۱

(۱۰) **مسند أبی حنیفة بروایة الحصکفی**، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (ت ۱۵۰ھ) تحقیق: عبد الرحمن حسن، ناشر: الآداب، مصر

(۱۱) **المعجم الأوسط**، ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (ت ۳۶۰ھ) تحقیق: طارق بن عوض وغیرہ، دارالحرمین، قاہرہ، اجزا: ۱۰

(۱۲) **معرفة السنن و الآثار**، ابوبکر احمد بن حسین خراسانی (ت ۴۵۸ھ) تحقیق: عبدالمعطی امین، ناشر: دارالوفا، قاہرہ، اجزا: ۱۵

کتاب محل
دربار مارکیٹ لاہور 0321-8836932
kitaabmahal786@gmail.com
kitabmahal 03004827500